جنوری 2006ء ذوالحجہ/محرم ۱۴۲۶ھ
شمارہ نمبر
20
ماهنامه
الحديث
حضرو
نضر الله امرأً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه
اللہ نزل احسن الحدیث
مدیر
حافظ زبیر علی زئی
بغاوت کا انجام
ایمان کے مضبوط ترین درجے
من گھڑت روایتیں
شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ
اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) نام
مکتبۃ الحدیث
حضرو اٹک: پاکستان
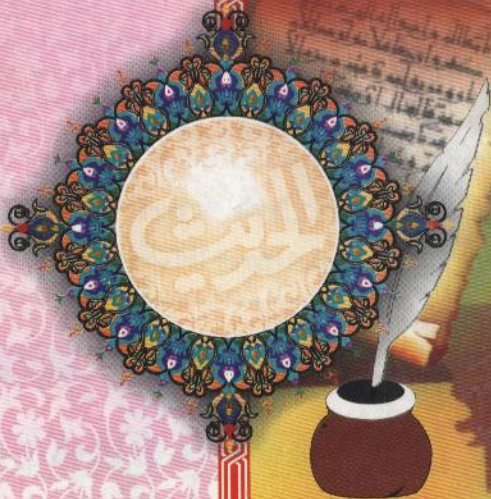
کلمۃ الحدیث　　فضل اکبر کاشمیری

ذلک یوم التغابن

دین اسلام کی اساس تین بنیادی عقائد پر رکھی گئی ہے۔ توحید، رسالت اور آخرت۔ یہ تینوں عقائد باہم مربوط ہیں۔ مالک کائنات نے اپنے برگزیدہ انبیاء کو مبعوث فرمایا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی توحید سمجھا دیں تا کہ کل قیامت کے دن اللہ کے بندے عذابِ الٰہی سے بچ کر جنتوں کے مالک بن جائیں۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی سورتوں میں بالعموم عقائد کی بحث کی گئی ہے جبکہ مدنی سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے احکام ومسائل بیان فرمائے ہیں۔ مکی دور میں عقائد کی اصلاح کرنا اور ایمانیات کو انسانوں کے دلوں میں پیوست کرنا مقصود تھا۔ انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں مختلف تھیں لیکن عقائد پر سب کا اتفاق تھا۔

عقیدۂ آخرت دین اسلام کا ایک اہم عقیدہ ہے۔ جس قدر آخرت پر ایمان پختہ ہوگا اُتنا ہی اعمال میں نکھار ہوگا۔ فکرِ آخرت ہی زُہد کی زندگی گزارنے پر آمادہ کرتی ہے۔ آخرت کے غم نے نبی کریم ﷺ کو بوڑھا کر دیا تھا۔ اللہ کریم نے اپنی کتاب میں اس یومِ آخرت کو متعدد ناموں سے موسوم کر کے بار بار اس کی ہولناکی سے ڈرایا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ'' كثرة الأسماء تدل على شرف المسمى وفضله ومجده''

ناموں کی کثرت مسمی کے شرف، فضیلت اور بزرگی پر دلالت کرتی ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ ایک عظیم الشان دن ہوگا۔ وہاں کی جیت ہمیشہ کی جیت ہوگی اور وہاں کی ہار ہمیشہ کی ہار ہوگی۔ یہ کامیابی اور ناکامی کا اصل معیار ہے۔ اللہ نے قرآن کی نازل کردہ آخری آیت (البقرۃ: ۲۸۱) میں بھی بنی نوع انسان کی توجہ اِسی دن کی طرف مبذول کرا کے اس کا خوف دلایا ہے۔ وہاں انسانوں کی نجات صرف ایمانِ خالص اور اعمالِ صالحہ پر موقوف ہوگی۔ صحابہ کرام صحیح معنوں میں اس حقیقت کو سمجھ گئے تھے انہوں نے دنیا کے بدلے میں آخرت کا سودا کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنے مفادات اور خواہشات کو دبا کر اللہ کے دین کو مقدم کیا۔

ہمارے اسلاف نے اپنی زندگیاں اسلام کے لئے وقف کر دی تھیں، آخرت اُن کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ انہوں نے قرآن وحدیث کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا تھا۔ اسی لئے عزت، رفعت اور کامرانی اُن کا مقدر بنی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اے ہمارے رب! ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ کیا ہے اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اے اللہ ہمیں ہمیشہ کتاب وسنت پر ثابت قدم رکھ اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرما۔ آمین

ایمان کے مضبوط ترین درجے

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

(۳۲) وعن أبي ذر قال قال رسول الله ﷺ : أفضل الأعمال الحبّ في الله والبغض في الله، رواه أبو داود.

(سیدنا) ابوذر (جندب بن جنادہ الغفاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال میں سب سے افضل عمل، اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض ہے (ابوداود: ۴۵۹۹)

تحقیق الحدیث:

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

۱: یزید بن ابی زیاد الہاشمی الکوفی ضعیف (راوی) ہے، دیکھئے تقریب التہذیب (۷۷۱۷) وسوالات البرقانی للدارقطنی (۵۶۱) وتفسیر ابن کثیر (۹۸/۲، ۱۱۶/۴) ومجمع الزوائد (۷/۵) والمحلیٰ لابن حزم (۴۸۴/۷)

احمد بن ابی بکر البوصیری (متوفی ۸۴۰ھ) نے کہا: ''وضعفه الجمهور'' اور جمہور نے اسے ضعیف کہا۔ (زوائد سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۶)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''ضعیف الحدیث'' وہ حدیث میں ضعیف ہے (الکامل لابن عدي ۲۷۲۹/۷ والنسخۃ المحققۃ ۶۳/۹ وسندہ صحیح)

۲: یزید بن ابی زیاد مدلس ہے، دیکھئے طبقات المدلسین لابن حجر (۱۱۲/۳) وجامع التحصیل للعلائی (ص ۱۱۲) والمدلسین لابی زرعۃ ابن العراقی (۷۴) والمدلسین للسیوطی (۶۷)

یہ روایت ''عــن'' سے ہے، سماع کی تصریح موجود نہیں ہے۔ اگر مدلس راوی، غیر صحیحین میں عن سے روایت کرے تو یہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے شرح صحیح مسلم للنووی (درسی نسخہ ج۱ ص ۳۱، ۳۲ تحت ح ۱۵)

۳: یزید بن ابی زیاد کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا، وہ اختلاط کا شکار ہو چکا تھا دیکھئے سنن الدارقطنی (۲۹۴/۱ ح ۱۱۱۸) والمجروحین لابن حبان (۱۰۰/۳)

اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ خالد بن عبداللہ اور یزید بن عطاء (لین الحدیث) نے یزید بن ابی زیاد کے اختلاط سے پہلے اس سے احادیث سنی ہیں لہذا یہ سند اختلاط کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔

☆ یزید بن عطاء (ضعیف) عن یزید بن ابی زیاد والی روایت مسند احمد میں ہے (دیکھئے ۱۴۶/۵ ح ۲۱۳۰۳ بلفظ : إن

أحب ا لأعمال إلى الله)

۴: اس روایت میں '' رجل '' راوی مجہول ہے، لہذا یہ سند چار وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

شواہد کی بحث وتحقیق

۱: لیث (بن ابی سلیم) عن عمرو بن مرۃ عن معاویۃ بن سوید بن مقرن عن البراء بن عازب (عن رسول اللہ ﷺ قال:) ''إن أوثق عرى الإيمان أن تحبّ فى الله وتبغض فى الله''

(مسند احمد ۲۸۶/۴ ح ۱۸۵۲۴ و مسند الطیالسی: ۷۴۷ و شعب الإیمان للبیہقی: ۱۴ والتمہید لابن عبدالبر ۴۳۱/۱۷)

یہ سند ضعیف ہے، لیث بن ابی سلیم کو جمہور (محدثین) نے ضعیف کہا ہے، دیکھئے زوائد ابن ماجہ للبوصیری (۲۳۰ قال: وقد ضعفه الجمهور وهو مدلس)

مصنف ابن ابی شیبہ (۴۱/۱۱، ۲۲۹/۱۳) و کتاب الإیمان لابن ابی شیبہ (۱۱۰) میں اسی سند سے معاویہ بن سوید کا واسطہ گر گیا ہے، یہ سند بھی لیث کی وجہ سے ضعیف ہے، شعب الإیمان (۱۳) میں لیث سے مروی ایک دوسری ضعیف سند بھی ہے۔

۲: کتاب الزہد للإمام وکیع (۶۰۰/۲ ح ۳۲۹) میں ایک مرسل روایت ہے جس کا راوی ابوالیسع المکفوف مجہول الحال ہے۔ اگر یہ راوی ثقہ بھی ہوتا تو بھی یہ سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۳: عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (دیکھئے مسند احمد ۲۴۷/۴) اس میں زبان بن فائد ضعیف ہے، دیکھئے تقریب التہذیب (۱۹۸۵)

۴: عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۱۵/۱۱ ح ۱۱۵۳۷ و شرح السنۃ للبغوی ۵۳/۱۳، ۵۴ ح ۳۴۶۸)

اس کی سند حنش یعنی حسین بن قیس الرحبی کی وجہ سے ضعیف ہے، دیکھئے تقریب التہذیب (۱۳۴۲ وقال: متروک)

۵: عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (الحاکم فی المستدرک ۴۸۰/۲ ح ۳۷۹۰، والطیالسي فی مسندہ: ۳۷۸ والطبرانی فی الکبیر ۲۷۲/۱۰ ح ۱۰۵۳۱ والأوسط ۲۴۱/۵ ح ۴۴۷۶ والصغیر ۲۲۴/۱ ح ۶۱۲ وابن عبدالبر فی التمہید ۴۳۰/۱۷)

من طريق عقيل بن يحي الجعدي عن أبي إسحاق السبيعي عن سويد بن غفلة عن ابن مسعود به إلخ

عقیل الجعدی: منکر الحدیث ہے (دیکھئے کتاب الضعفاء للبخاری: ۲۹۲ بتحقیقی) اور ابواسحاق السبیعی مدلس ہے (دیکھئے طبقات المدلسین ۳/۹۱ و صحیح ابن حبان ۱۶۱/۱ نسخہ محققہ) المعجم الکبیر (۲۱۱/۱۰، ۲۱۲ ح ۱۰۳۵۷) میں اس کی ایک دوسری سند بھی ہے۔

''حدثنا إسحاق بن إبراهيم أبي حسان الأنماطي: ثنا هشام بن عمار: ثنا الوليد بن مسلم:

حدثني بكير بن معروف عن مقاتل بن حيان عن القاسم بن عبدالرحمٰن عن أبيه عن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ : يا ابن مسعود، قلت: لبيك ثلاثا، قال: هل تدرون أي عرى الإيمان أوثق؟ قلت: الله ورسوله أعلم، قال: الولاية في الله والحب في الله والبغض في الله '' إلخ

اس روایت کے ایک راوی ولید بن مسلم مدلس تھے، آپ تدلیس تسویہ کرتے تھے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۴۵۶) تدلیس تسویہ کرنے والے راوی کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں وہ آخر تک سماعِ مسلسل کی تصریح کرے۔ اس روایت میں سماع مسلسل کی تصریح نہیں ہے۔

ہشام بن عمار آخری عمر میں کچھ تغیر (اختلاط) کا شکار ہوگئے تھے (دیکھئے الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات ص ۸۴) اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اسحاق الانماطی نے ان سے اختلاط سے پہلے احادیث سنی تھیں، لہذا یہ سند بھی ضعیف ہے۔

۶: عن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۳/ ۴۳۰)

اس کی سند ضعیف ہے، رشدین بن سعد ضعیف ہے دیکھئے تقریب التہذیب (۱۹۴۲) اور سند منقطع ہے۔ ابو منصور کی عمرو بن الجموح سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

۷: عن معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۳/ ۴۳۸)

اس کی سند ضعیف ہے، زبان بن فائد ضعیف ہے دیکھئے شاہد نمبر ۳

☆ وعنه قال قال رسول الله ﷺ : '' من أعطى لله تعالىٰ ومنع لله وأبغض لله وأنكح لله فقد استكمل إيمانه '' جو اللہ کے لئے (مال) دے اور اللہ کے لئے روک دے، اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے، اور اللہ کے لئے نکاح کروائے تو اس کا ایمان مکمل ہے (مسند احمد ۳/ ۴۴۰ ح ۱۵۷۲۳ واللفظ لہ و سنن الترمذی: ۲۵۲۱ وقال: '' هذا حديث منكر '') اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے، منکر نہیں ہے لیکن اسے حدیث مشکوۃ کا شاہد بنانا صحیح نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ روایتِ مذکورہ '' أفضل الأعمال '' إلخ اپنے تمام شواہد قریبہ و شواہد بعیدہ کے ساتھ ضعیف ہی ہے، حسن نہیں ہے۔ لہذا بعض علماء کا اسے حسن قرار دینا غلط ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ حسن لغیرہ روایت بذاتِ خود حجت نہیں ہوتی بلکہ ضعیف ہی رہتی ہے۔

فائدہ: اس روایت کے ضعیف ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روایتِ مذکورہ میں جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ صحیح روایت سے یہ ثابت ہے کہ اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض ایمان میں سے ہے، دیکھئے اضواء المصابیح (ح ۳۰)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' حدثنا ابن نمير عن مالك بن مغول عن زبيد عن

مجاهد قال: أوثق عرى الإيمان الحب فى الله و البغض فى الله'' مجاہد (تابعی ومفسر قرآن) فرماتے ہیں کہ: ایمان کے مضبوط ترین حلقے (دو) ہیں، اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے بغض رکھنا (کتاب الایمان:۱۱۱ وسندہ صحیح)

(۳۳) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ : المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمؤمن من أمنه الناس على دما ئم وأموالهم، رواه الترمذي والنسائي

(سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کی جانیں اور مال امن میں (محفوظ) رہیں، اسے ترمذی (۲۶۲۷ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح) اور نسائی (۱۰۴/۸، ۱۰۵ ح ۴۹۹۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقيق الحديث

اسے ابن حبان (الاحسان: ۱۸۰) حاکم (المستدرک ۱/۱۰ ح ۲۲) احمد بن حنبل (المسند ۳۷۹/۲ ح ۸۹۳۱) اور محمد بن نصر المروزی (تعظیم قدر الصلوۃ ۵۹۹/۲، ۶۰۰ ح ۶۳۷) نے ليث بن سعد عن محمد بن عجلان عن القعقاع بن حكيم عن أبي صالح ذكوان عن أبي هريرة رضى الله عنه کی سند سے روایت کیا ہے۔
ترمذی نے کہا: ''هذا حديث حسن صحيح'' ابن حبان نے صحیح قرار دیا، حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا۔

اس روایت کا ایک راوی محمد بن عجلان مدلس ہے، دیکھئے طبقات المدلسین لابن حجر (۹۸/۳، المرتبۃ الثالثۃ) وجامع التحصیل للعلائی (ص ۱۰۹) والمدلسین لأبي زرعۃ ابن العراقی (۵۶) والمدلسین للسیوطی (۵۰) والمدلسین للحلبی (ص ۵۲) وقصیدۃ الذھبی وقصیدۃ أبي محمود المقدسی والثقات لابن حبان (۳۸۶/۷، ۳۸۷) والتدلیس فی الحدیث للدمینی (۱۴۵/۳)

یہ روایت ''عن'' سے ہے لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ اب اس روایت کے بعض شواہد کا مختصر ذکر پیشِ خدمت ہے:

۱۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (البخاری: ۱۰ ومسلم: ۶۴/۴۰ وأضواء المصابیح: ۶)

۲۔ المؤمن من أمنه الناس على دمائهم وأموالهم (ابن ماجہ: ۳۹۳۴ بلفظ'' المؤمن من أمنه الناس على أموالهم وأنفسهم ''وسندہ صحیح وصححہ ابن حبان، الموارد: ۲۵، والحاکم ۱/۱۰، ۱۱ علی شرطھما)'' أنفسم ''اور ''دمائهم'' کا مطلب ایک ہے لہذا ان شواہد کے ساتھ محمد بن عجلان کی روایت صحیح ہے۔ والحمدللہ

(۳۴) وزادالبيهقى فى شعب الإيمان برواية فضالة : والمجاهد من جاهد نفسه فى طاعة الله، والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب.

(سیدنا) فضالہ (بن عبید رضی اللہ عنہ) سے روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (آپ ﷺ نے فرمایا): اور مجاہد وہ

ہے جو اللہ کی اطاعت کرنے میں، اپنے نفس سے جہاد کرے اور مہاجر وہ ہے جو غلطیوں اور گناہوں سے دوری اختیار کرے (شعب الایمان: ۱۱۱۲۳)

تحقیق الحدیث

اس روایت کی سند صحیح ہے، اسے ابن ماجہ (۳۹۳۴) اور احمد بن حنبل (۲۱/۶ ح ۲۴۴۵۸) نے بھی روایت کیا ہے، اسے ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے دیکھئے حدیث سابق (۳۳)

۱: اس کا راوی ابو ہانی حمید بن ہانی ثقہ وصدوق ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحدیث

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف کفار سے جنگ کرنا ہی جہاد نہیں ہے بلکہ نفس کو اللہ و رسول کی اطاعت اور کتاب و سنت پر لگائے رکھنا بھی جہاد ہے۔ دُور کے کفار کی بہ نسبت اپنے نفس سے جہاد کرنا بڑا مشکل ہے۔ کفار سے تو بعض اوقات آمنا سامنا ہوتا ہے جبکہ نفس ہر وقت آدمی سے برسر پیکار رہتا ہے۔ نفس یہی کہتا ہے کہ گرم بستر میں سوئے رہو ابھی بڑا وقت ہے، نماز پڑھ لیں گے۔ نفس کہتا ہے کہ مال و دولت کو خوب گن گن کر تجوریوں میں رکھو، اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنا ورنہ مال کم ہو جائے گا اور تم فقیر محتاج ہو جاؤ گے وغیرہ وغیرہ، خوش قسمت ہے وہ مجاہد جو اپنے نفس سے جہاد کرکے ہر وقت کتاب و سنت پر عمل کرکے اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ دیکھئے مرعاۃ المفاتیح (ج ۱ ص ۱۰۴)

۲۔ جو شخص دارالکفر سے ہجرت کرکے دارالاسلام آجائے اور پھر کتاب و سنت کی مخالفت اور قوم پرستی میں دن رات مصروف رہے، وہ اپنے آپ کو مہاجر نہ سمجھے۔ مہاجر حقیقی تو وہ شخص ہے جو گناہوں اور نافرمانیوں سے مسلسل بچتا رہتا ہے، توبہ کرتا ہے اور دن رات کتاب و سنت پر عمل کرتا اور کرواتا رہتا ہے۔

۳۔ مسند احمد میں اس کی صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث مبارک حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمائی تھی (۲۱/۶ وسندہ صحیح)

۴۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ شیخ عبدالمحسن العباد المدنی فرماتے ہیں: ''اسلام اور ایمان کے الفاظ اگر اکٹھے ذکر کئے جائیں تو ان کے معنی میں فرق ہوتا ہے.... اسلام، اللہ کے لئے سرِ تسلیم خم کر دینے اور فرماں برداری کا نام ہے۔ ایمان کی تفسیر باطنی اُمور سے کی گئی ہے اور یہ اس کے معنی سے مناسب ہے۔ (دل، زبان اور عمل سے) تصدیق و اقرار کو ایمان کہتے ہیں۔ جب اسلام اور ایمان کا مفرداً (علیحدہ علیحدہ) ذکر کیا جائے تو ظاہری و باطنی اُمور کے دونوں معنی مراد ہوتے ہیں۔'' (شرح حدیث جبریل، عربی ص ۱۷، اردو مترجم لراقم الحروف ص ۲۴)

(۳۵) **وعن أنس رضی اللہ عنه قال: قلّما خطبنا رسول اللہ ﷺ إلا قال: لا إیمان لمن لا أمانة له،**

ولا دین لمن لا عهد له، رواه البیهقي فی شعب الإیمان

(سیدنا) انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (عام طور پر) رسول اللہ ﷺ ہمیں جو بھی خطبہ دیتے تو (اس میں) یہ ارشاد فرماتے: جس کی امانت نہیں اس کا ایمان نہیں، اور جس کا عہد (ومعاہدہ) نہیں اس کا دین نہیں، اسے بیہقی نے شعب الایمان (۴۳۵۴) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث

اسے بیہقی (السنن الکبری ۲۸۸/۶، ۹۳۱ شعب الإیمان) واحمد (۱۳۵/۳ ح ۱۲۳۸۳) وابن ابی شیبہ (۱۱/۱۱) وعبد بن حمید (المنتخب: ۱۱۹۸) والبغوی فی شرح السنۃ (۷۵/۱ ح ۳۸ وقال: ھذا حدیث حسن) وغیرہم نے ابو ہلال محمد بن سلیم الراسبی عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے (۱) قتادہ مدلس ہیں [طبقات المدلسین لابن حجر ۹۲/۳، المرتبۃ الثالثۃ] اور یہ سند معنعن (عن سے) ہے (۲) ابو ہلال الراسبی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ومجروح ہے۔

تنبیہ: راقم الحروف نے جزء رفع الیدین کی تحقیق میں لکھا ہے کہ: ''ابو ہلال محمد بن سلیم الراسبی البصری کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ حسن الحدیث ہے۔ واللہ اعلم'' (ص ۵۵ تحت ح ۳۰) یہ تحقیق غلط ہے، صحیح یہی ہے کہ ابو ہلال مذکور ضعیف ہے لہذا جزء والی عبارت کی اصلاح کر لی جائے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ جزء والی روایت سابقہ شاہد (جزء رفع الیدین: ۲۹) کی رُو سے حسن ہے۔ **والحمد للہ**

اب روایت مذکورہ کے چند شواہد کی مختصر تخریج پیش خدمت ہے:

۱۔ **المغیرۃ بن زیاد الثقفي عن أنس رضي اللّٰہ عنہ إلخ** (مسند احمد ۲۵۱/۳ ح ۱۳۶۳۷)

مغیرہ بن زیاد مجہول الحال ہے دیکھئے تعجیل المنفعۃ (ص ۴۱۰) وزبدۃ تعجیل المنفعۃ (للشیخ ابی الاشبال صغیر احمد شاغف بہاری المکی ص ۱۱۸) لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

۲۔ **مؤمل بن إسماعیل عن حماد بن سلمۃ عن ثابت عن أنس رضی اللہ عنہ إلخ** (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۹۴ وسندہ صحیح)

مؤمل بن اسماعیل جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے لہذا اُس کی بیان کردہ حدیث حسن کے درجہ سے نہیں گرتی، باقی سند صحیح لذاتہ ہے۔

۳۔ **سنان بن سعد الکندي عن أنس بن مالک أن النبی ﷺ قال: '' لا إیمان لمن لا أمانۃ لہ'' إلخ** (صحیح ابن خزیمہ ۵۱/۴ ح ۲۳۳۵ وسندہ حسن)

اس کا راوی سنان بن سعد جمہور کے نزدیک موثق اور حسن الحدیث ہے۔

درج بالا روایت ان دونوں شواہد (۲،۳) کے ساتھ حسن (وصحیح) ہے۔ والحمد لله

فقه الحديث

۱۔ معلوم ہوا کہ جس شخص میں امانت اور عہد سرے سے موجود نہیں ہے۔ وہ ہر شخص کے ساتھ بلکہ اللہ و رسول کے ساتھ بھی خیانت اور بد عہدی ہی کرتا رہتا ہے تو ایسے شخص کا کوئی ایمان اور دین نہیں ہے۔ جو شخص بعض لوگوں کے ساتھ امانت اور پابندی عہد پر عمل کرتا ہے اور بعض کے ساتھ خیانت اور وعدہ خلافی کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ '' لا إیمان '' اور '' لا دین '' کا مخاطب نہیں ہے بلکہ اس کی مذمت کے لئے دوسرے دلائل ہیں۔ ایسا شخص فاسق و فاجر اور ناقص الایمان ہے جبکہ اول الذکر شخص میں ایمان سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

۲۔ اگر اسم نکرہ پر '' لا '' داخل ہو کر اسے نصب دے تو جنس کی نفی مراد ہوتی ہے دیکھئے قطر الندی وبل الصدی (ص ۲۲۹) والکافیۃ فی النحو (ص ۱۱۵) لہذا اس حدیث میں ایمان، امانت، دین اور عہد سب کی نفی جنس مراد ہے۔ بعض لوگ اسے نفی کمال پر محمول کرتے ہیں، اُن کا قول قواعدِ نحو کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔ واللہ أعلم

سات آدمی اور اللہ کی عبادت

۱: من عبد الله تعالىٰ بالحب والرجاء والخوف والإخلاص ومتابعة السنة فهو موحد سني، جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت، محبت، خوف، اخلاص اور متابعت سنت کے ساتھ کی وہ موحد سنی ہے۔

۲: من عبد غير الله تعالىٰ فهو مشرك، جس نے غیر اللہ کی عبادت کی وہ مشرک ہے۔

۳: من عبد الله بالحب وحده ،لا رجاء الجنة ولا خوفاً من النار كالصوفية القائلين :''لا مقصود إلا الله ''فهو زنديق، جس نے اللہ کی عبادت صرف محبت کے ساتھ کی، نہ جنت کی امید اور نہ جہنم کا ڈر جیسے کہ صوفیہ کہتے ہیں: ''اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں'' تو وہ شخص زندیق ہے۔

۴: ومن عبد الله بالرجاء وحده فهو مرجئ ، اور جس نے اللہ کی عبادت صرف امید کے ساتھ کی تو یہ شخص مرجی ہے۔

۵: ومن عبد الله بالخوف وحده فهو حروري خارجي ، اور جس نے اللہ کی عبادت صرف خوف کے ساتھ کی تو وہ شخص حروری خارجی ہے۔

۶: ومن عبد الله بدون الاخلاص فهو منافق مراء، اور جس نے اللہ کی عبادت بغیر اخلاص کے کی تو وہ شخص منافق ریاکار ہے۔

۷: ومن عبد الله بدون اتباع السنة فهو متبدع راهب ضال ،اور جس نے اللہ کی عبادت، اتباع سنت کے بغیر کی تو وہ شخص بدعتی، راہب (اور) گمراہ ہے۔ (جھود علماء الحنفیۃ فی ابطال عقائد القبوریۃ ج ۱ ص ۳۵۰، ۳۵۱)

ڈاکٹر شمس الدین الافغانی السّلفی رحمہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

سوال وجواب / تخریج الأحادیث

من گھڑت روایتیں

''محترم جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب، السلام علیکم، خیریت بخیریت۔ ایک سوال کا جواب مطلوب ہے۔ مولانا عبدالسلام بستوی نے اسلامی خطبات ''خطبہ نمبر ۲۳۔ ج ا ص ۲۲۰'' معراج النبی (ﷺ) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اس کی تحقیق درکار ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ ''پھر مجھ کو نور میں پیوست کر دیا گیا اور ستر ہزار حجاب مجھ کو طے کرا دیئے گئے کہ ان میں ایک حجاب دوسرے کے مشابہ نہ تھا، اور مجھ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ منقطع ہوگئی، اس وقت مجھ کو وحشت ہوئی تو اس وقت پکارنے والے نے مجھ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لہجہ میں پکارا کہ ٹھہر جایئے، آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے۔'' اور اس میں یہ بھی ہے کہ ''میں نے عرض کیا مجھ کو ان دو باتوں پر تعجب ہوا ایک تو یہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے آگے بڑھ آئے اور دوسرا یہ کہ میرا رب صلوٰۃ سے بے نیاز ہے پھر ارشاد ہوا کہ اے محمد ﷺ یہ آیت پڑھو ''ھو الذی یصلي علیکم'' تو میری صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے اور ابوبکر کی آواز کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکر کی آواز اور صورت کا پیدا کیا کہ آپ کو ان ہی کے لہجہ میں پکارے تا کہ آپ کی وحشت دور ہو۔ اور آپ کو ایسی ہیبت لاحق نہ ہو، جو آپ کے فہم مقصود سے مانع ہو۔ مواہب نے ابن غالب کے حوالہ سے ان روایات کو شفاء الصدور میں نقل کیا ہے۔'' (سائل۔ قاری نور الٰہی ادھوال تحصیل راولپنڈی)

الجواب:

یہ روایت احمد بن محمد القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) کی کتاب ''المواھب اللدنیة بالمنح المحمدیة'' میں مذکور ہے (ج ۲ ص ۳۸۲، ۳۸۳) قسطلانی نے اسے ابوالحسن بن غالب (؟) سے نقل کیا ہے، ابوالحسن بن غالب (؟) نے اسے ابوالربیع بن سبع السبتی (؟) کی کتاب ''شفاء الصدور'' سے نقل کیا ہے۔

''شفاء الصدور'' کے بارے میں حاجی خلیفہ چلپی (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے کسی صاحب ''مشارع الأشواق'' سے نقل کیا ہے کہ ''(وأودع) أحادیثه عریة عن الاسناد'' اور اس نے (اپنی کتاب میں) حدیثیں درج کی ہیں جو سندوں سے عاری ہیں۔ (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۰۵۰)

یعنی یہ بے سند روایتوں والی کتاب ہے لہذا یہ روایت بھی بے سند ہونے کی وجہ سے مردود و بے اصل ہے۔

تنبیہ(۱): المواھب اللدنیہ میں بہت سی موضوع، بے اصل اور ضعیف روایات موجود ہیں مثلاً اسی کتاب کے صفحہ ۳۷۸ (ج ۲ واللفظ لہ) پر سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے بحوالہ دلائل النبوۃ للبیہقی (ج ۲ ص ۳۹۳، ۳۹۴) مروی ہے کہ: ''**ثم صعدت إلی السماء السابعة فإذا إبراهيم الخليل ساند ظهره إلی البيت المعمور كأحسن الرجال و معه نفر من قومه..**'' **إلخ**

اس روایت کی سند کا ایک راوی ابو ہارون عمارہ بن جوین العبدی ہے (دلائل النبوۃ ۲/۳۹۰) عمارہ بن جوین کے بارے میں امام حماد بن زید نے فرمایا: **كان أبو هارون العبدي كذاباً إلخ** (الجرح والتعدیل ۲/۳۶۴ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا:

أبو هارون العبدي غير ثقة يكذب (سوالات ابن الجنید: ا) یعنی یہ راوی ضعیف، متروک اور جھوٹا تھا لہذا یہ روایت موضوع ہے۔

تنبیہ(۲): عبدالسلام بستوی (متوفی ۱۳۹۴ھ) کی کتاب ''اسلامی خطبات'' میں بہت سی ضعیف، مردود، منکر اور موضوع روایات موجود ہیں مثلاً بستوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''**طوبیٰ للمخلصین اولئک مصابیح الهدی و تنجلی عنهم كل فتنة ظلماء (بیهقی)** مبارک اور خوش خبری ہو، اخلاص والوں کے لئے جو ہدایت کے چراغ ہیں، ان ہی کے ذریعہ تمام سیاہ فتنے دور ہو جاتے ہیں (اسلامی خطبات ج ۱ ص ۱۵)

یہ روایت ''الترغیب والترھیب'' میں بحوالہ بیہقی (شعب الایمان: ۶۸۶۱) مذکور ہے (ج ۱ ص ۵۴ ح ۵)

شیخ البانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۰ھ) لکھتے ہیں کہ: ''موضوع'' یہ روایت موضوع ہے (ضعیف الترغیب والترھیب ج ۱ ص ۱۹ والسلسلۃ الضعیفۃ ج ۵ ص ۲۵۲ ح ۲۲۲۵)

اس حدیث کے راوی عبیدہ بن حسان کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''**كان ممن يروی الموضوعات عن الثقات**'' وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا (کتاب المجروحین ج ۲ ص ۱۸۹)

ابو حاتم الرازی نے کہا: **منکر الحدیث** (الجرح والتعدیل ۶/۹۲)

اس موضوع روایت کی سند پر مزید بحث کے لئے السلسلۃ الضعیفۃ دیکھیں۔

تنبیہ(۳): اس قسم کی غیر مستند کتابیں جن میں موضوع و بے اصل روایات بغیر سندوں کے لکھی ہوتی ہیں ان سے عوام الناس کو بچنا چاہئے، ان کے بغیر تحقیق مطالعے سے کلی اجتناب کرنا چاہئے۔ **وما علینا إلا البلاغ** (۵۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء)

چند سوالات اور ان کے جوابات

''ابو قتادہ کی طرف سے فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔ براہِ مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں مفصل وضاحت کریں۔ جزاک اللہ خیراً

۱۔ کیا وضو اور غسل کے بعد کپڑے (تولیے وغیرہ) کا استعمال جائز ہے؟

۲۔ کیا نماز میں ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

۳۔ آئینہ دیکھتے وقت یہ دعا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں؟

اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ

۴۔ کھانا کھاتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَکَةِ اللّٰهِ (مستدرک حاکم) پڑھنا۔ اس کی سند کیسی ہے؟

۵۔ اذان کے الفاظ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سن کر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا چاہئے یا نہیں؟ کیا اذان کے بعد بھیجا جانے والا درود ان الفاظ کو سننے پر کفایت کرے گا یا نہیں؟ اخوکم فی الدین

الثلاثاء، ۱۳، رمضان المبارک ۱۴۲۶ پتا: ابوقتادہ مکان نمبر 254 بستی بلوچاں فروکہ ضلع سرگودھا 40040 ''

وضو کے بعد اعضائے وضو پونچھنا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد:

جواب سوال نمبر ا: محفوظ بن علقمہ سے روایت ہے کہ سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو آپ نے اپنا اُونی جُبہ پلٹ کر اُس سے اپنا چہرہ پونچھ لیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۶۸، ۳۵۶۴)

محفوظ بن علقمہ کا سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کے باوجود بوصیری نے اس روایت کو صحیح اور شیخ البانی نے ''حسن'' قرار دیا ہے۔!

عبیداللہ بن ابی بکر (تابعی) سے روایت ہے کہ انہوں نے (سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، آپ وضو کے بعد رومال سے اپنا چہرہ پونچھ کر صاف کرتے تھے (الاوسط لابن المنذر ۱/۴۱۵ وسندہ حسن)

بشیر بن ابی مسعود رضی اللہ عنہ (وضو کے بعد) رومال کے ساتھ پونچھتے تھے (الاوسط ۱/۴۱۶ وسندہ صحیح)

حسن بصری اور محمد بن سیرین دونوں وضو کے بعد رومال سے منہ پونچھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱/۱۴۸، ۱۴۹ ح ۱۵۷۹ وسندہ صحیح)

الربیع بن عمیلہ اور ابوالاحوص دونوں وضو کے بعد پونچھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱/۱۴۹ ح ۱۵۸۱ وسندہ حسن)

حسن بصری سے پوچھا گیا کہ کیا وضو کے بعد کپڑے سے منہ پونچھنا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں، بشرطیکہ کپڑا پاک صاف ہو (ابن ابی شیبہ ۱/۱۴۹ ح ۱۵۸۴ وسندہ صحیح)

اسود (تابعی مشہور) رومال سے پونچھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱/۱۴۹ ح ۱۵۸۸ وسندہ صحیح)

امام زہری (تابعی) بھی اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱/۱۴۹ ح ۱۵۹۰ وسندہ صحیح)
بکر بن عبداللہ المزنی فرماتے تھے کہ: سردیوں میں (وضو کے اعضا) پونچھنے میں فائدہ ہوتا ہے۔
(ابن ابی شیبہ ۱/۱۴۹ ح ۱۵۹۱ وسندہ صحیح)
امام احمد وضو کے بعد رومال کے استعمال کو جائز سمجھتے تھے (مسائل ابی داود ص ۱۲)
دوسری طرف عطاء بن ابی رباح (تابعی) ان رومالوں کو بدعت سمجھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱/۱۵۰ ح ۱۵۹۶ وسندہ صحیح)
ابراہیم نخعی اور سعید بن جبیر دونوں وضو کے بعد رومال کا استعمال مکروہ سمجھتے تھے (ابن ابی شیبہ ۱/۱۵۰ ح ۱۵۹۵ وسندہ صحیح)
سعید بن المسیب (تابعی) اسے مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ: (وضو کے قطروں کا) وزن ہوتا ہے۔
(ابن ابی شیبہ ۱/۱۵۰ ح ۱۵۹۹ وسندہ حسن)

ان تمام آثارِ صحیحہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ وضو کے بعد اعضائے وضو پونچھنا جائز اور مباح ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ نہ پونچھا جائے۔ واللہ اعلم

غسل کے بعد جسم پونچھنا

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس غسل کے بعد رومال لایا گیا مگر آپ نے اسے نہیں لیا اور اس کے ساتھ جسم نہیں پونچھا (صحیح البخاری: ۲۵۹، ۲۷۶ وصحیح مسلم: ۳۱۷ بالفاظ مختلفۃ نحو المعنیٰ)
بعض لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غسل کے بعد جسم نہیں پونچھنا چاہئے۔ لیکن امام ابن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

" وهذا الخبر لايوجب الحظر ذلك ولا المنع منه لأن النبي ﷺ لم ينه عنه، مع أن النبي ﷺ قدكان يدع الشيء المباح لئلايشق على أمته، من ذلك قوله لبني عبدالمطلب: لولا أن تغلبوا على سقايتكم لنزعت معكم"

اس حدیث سے (غسل کے بعد جسم خشک کرنے کی) ممانعت ثابت نہیں ہوتی اور نہ اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں کیا۔ نبی ﷺ بعض اوقات ایک مباح چیز اس لئے چھوڑ دیتے تھے تا کہ اُمت پر تنگی نہ ہو۔ اسی میں سے آپ کا وہ ارشاد بھی ہے جو آپ نے بنو عبدالمطلب سے فرمایا تھا: اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ (میری وجہ سے) بھیڑ کر کے تمہیں پانی نکالنے سے روک دیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ مل کر پانی نکالتا (الاوسط ۱/۴۱۹)
امام احمد بن حنبل غسل کے بعد جسم پونچھنے کو جائز سمجھتے تھے (مسائل ابی داود ص ۱۲)
آثارِ صحابہ اور فہم سلف کو مدِنظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ غسل کے بعد جسم نہ پونچھنا افضل ہے اور اگر پونچھ لیا جائے تو جائز ہے۔ سردیوں میں جب بیماری کا خطرہ ہو تو پھر جسم پونچھنا بہتر ہے۔ واللہ اعلم

جواب سوال نمبر۲: اس پر اجماع ہے کہ نماز میں بآواز بلند ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے دیکھئے الاوسط لابن المنذر (۴۹) اوراس میں اختلاف ہے کہ نماز میں بآواز بلند ہنسنے سے وضوٹوٹتا ہے یا نہیں؟

اہل الرائے کا مسلک یہ ہے کہ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اس بارے میں وہ ضعیف وموضوع روایات پیش کرتے ہیں۔ عبدالحئ لکھنوی نے ایک رسالہ لکھا ہے'' الهسهسة بنقض الوضوء بالقهقهة '' یہ ایسا رسالہ ہے جس پر بے اختیار ہنسنے کو جی چاہتا ہے کیونکہ مولف مذکور اپنے دعوی پر ایک صحیح یا حسن روایت پیش نہیں کر سکے ہیں۔ پھر بڑے سائز کے اکیس (۲۱) صفحات سیاہ کرنے کا کیا فائدہ؟

اس رسالے میں لکھنوی صاحب تمہید واقوال کے بعد جو پہلی روایت لائے ہیں اُس میں ہشام بن حسان مدلس ہے۔ امام ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: '' وحديث الضحک فی الصلوٰة و مرسل الزهري ليس بشي '' '' نماز میں ہنسنے (سے وضوٹوٹنے) والی حدیث اور زہری کی مرسل روایت (دونوں) کچھ چیز نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیھقی ۱/۱۴۸ وسندہ صحیح)

اس ضعیف حدیث کے مقابلے میں سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں ہنسنے سے وضو کے قائل نہیں تھے (السنن للدارقطنی ۱/۱۷۲ ح ۶۵۰ وسندہ صحیح)

عطاء بن ابی رباح فرماتے تھے کہ: '' وليس عليه وضوٴ '' اوراس پر (دوبارہ) وضو نہیں ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۸۷ ح ۳۹۱۳ وسندہ صحیح)

عروہ بن الزبیر بھی ہنسنے کی وجہ سے دوبارہ وضو کے قائل نہیں تھے (ابن ابی شیبہ ۱/۳۸۷ ح ۳۲۱۹ وسندہ صحیح)

امام احمد آواز کے ساتھ ہنسنے سے دوبارہ وضو کے قائل نہیں تھے (مسائل ابی داود ص ۱۳ و مسائل ابن ھانی ۱/۷)

امام شافعی بھی اس کے قائل تھے کہ ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا (کتاب الأم ۱/۲۱)

خلاصہ یہ کہ نماز میں آواز کے ساتھ ہنسنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن وضو نہیں ٹوٹتا۔

لطیفہ: ایک دفعہ امام شافعی رحمہ اللہ کے سامنے ایک شخص کا حسن بن زیاد اللؤلؤی سے مناظرہ ہوا تو اس نے پوچھا: جو شخص نماز میں قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تو اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ لؤلؤی نے کہا: نماز باطل ہوگئی۔۔ اور وضو بھی ٹوٹ گیا۔ اس شخص نے پوچھا کہ: آپ کا اس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو نماز میں کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے؟ لؤلؤی نے کہا: نماز فاسد ہوگئی۔۔۔ اور وضو برقرار ہے۔ وہ شخص بولا: آپ کے نزدیک نماز میں پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا نماز میں ہنسنے سے کم تر ہے؟ تو لؤلؤی اپنے جوتے لے کر اُٹھ کھڑا ہوا (اور بھاگ گیا) دیکھئے لسان المیزان (۲/۲۰۸) اور الحدیث حضرو: ۶ ص ۳۲، ۳۳

جواب سوال نمبر۳: یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ دیکھئے عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (۱۶۳) بتحقیق الشیخ سلیم الھلالی (عجالۃ الرغب المتمنی ج ۱ ص ۲۱۷)

اس کا راوی الحسین بن ابی السری متروک، عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی ضعیف اور نعمان بن سعد مجہول ہے۔

جواب سوال نمبر۴: یہ روایت المستدرک للحاکم (۴/۷۰۱ح ۷۰۸۴) میں موجود ہے۔ اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے لیکن اس کا راوی ابو مجاہد عبداللہ بن کیسان المروزی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

جواب سوال نمبر۵: صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اذان کے بعد درود پڑھنا چاہئے۔ اذان کے دوران میں درود پڑھنا میرے علم کے مطابق ثابت نہیں ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اذان ختم ہوتے ہی درود پڑھا جائے۔ **واللہ أعلم**

(۱۶ رمضان ۱۴۲۶ھ)

مَن کُنتُ مولاہ فعلي مولاہ

'' محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم دو حدیثوں کی تحقیق مطلوب ہے۔

۱۔ **من کنت مولاہ فعلي مولاہ**

۲۔ **أنا مدینة علم و علي بابھا.**

(کلیم حسین شاہ، راولپنڈی)''

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ کے سوالات کے مختصر جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ **من کنت مولاہ فعلي مولاہ**

یہ حدیث بالکل صحیح اور متواتر ہے، دیکھئے ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو، ج ۲ شمارہ:۱۱ عدد مسلسل:۱۸ ص ۴۶ ونظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص ۲۰۶ حدیث: ۲۳۲، وقطف الأزھار المتناثرۃ في الأخبار المتواترۃ ص ۲۷۷ ح: ۱۰۲، ولقط اللآلي المتناثرۃ في الأحادیث المتواترۃ ص ۲۰۵ ح: ۶۱

۲۔ **أنا مدینة العلم و علي بابھا**

یہ روایت سخت ضعیف و مردود ہے۔ دیکھئے المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۲۷ ح ۴۶۳۷

تنبیہ بلیغ: حاکم نے کہا: ''**ھذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاہ وأبو الصلت ثقة مأمون...**''

حافظ ذہبی نے حاکم کا رد کرتے ہوئے کہا: '' **بل موضوع... (وأبو الصلت)... لا واللہ لا ثقة ولا مأمون**''

(تلخیص المستدرک ۳/۱۲۷)

اس روایت کی سند میں اعمش راوی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے۔ دوسرا راوی ابو معاویہ (محمد بن خازم الضریر) مدلس ہے اور یہ روایت عن سے ہے۔ تیسرا راوی عبدالسلام بن صالح ابو الصلت: جمہور محدثین کے نزدیک

ضعیف ومجروح ہے۔ چوتھے راوی محمد بن عبدالرحیم الہروی کے حالات مطلوب ہیں۔

سنن الترمذی (۳۷۲۳) میں ایک روایت ہے کہ'' **أنا دار الحكمة و علي بابها** ''

اس روایت کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں: '' **هذا حديث غريب منكر** ''

اس روایت کا ایک راوی شریک بن عبداللہ القاضی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے۔

دوسرا راوی محمد بن عمر بن عبداللہ بن فیروز، ابن الرومي: لین الحدیث (ضعیف) ہے دیکھئے تقریب التہذیب: ۶۱۶۹

اس روایت کی دوسری سندیں بھی سخت ضعیف ومردود ہیں۔ (۲۸ رمضان ۱۴۲۶ھ)

مؤذن کی غلطی اور روزے کی قضا

سوال: ''محترم جناب زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم

امید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت سے ہونگے۔

ہمارے ہاں ایک مسئلہ ہو گیا ہے جو آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری مسجد میں ایک دن مغرب کی اذان جلدی ہوگئی، ویسے تو محسوس نہیں ہوتا لیکن رمضان کی وجہ سے ہر کوئی محسوس کرتا ہے اذان ۳۵ کے بجائے مؤذن نے ۳۰ منٹ پہ دے دی۔ لیکن جب ان کو نشاندہی کرائی گئی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ اس (اذان کی) وجہ سے لوگوں نے غروب آفتاب سے پہلے روزہ کھول لیا اس مسئلہ کے حل کے لئے انہوں نے مختلف علماء کرام سے رابطہ کیا جن میں ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب بھی ہیں لیکن انہوں نے اس مسئلہ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد عبدالستار بھٹی صاحب نے عبدالمنان نور پوری صاحب سے رابطہ کیا، انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ جن لوگوں نے روزہ کھولا ہے وہ دوبارہ روزہ رکھیں گے۔ لیکن کچھ علماء کرام نے کہا کہ یہ مؤذن کی غلطی ہے تو مؤذن ہی روزہ رکھے گا۔ لیکن عبدالستار بھٹی صاحب اور مؤذن نے عبدالمنان نور پوری صاحب کے فتویٰ پر اکتفا کیا اور مسجد میں اعلان کیا کہ سارے لوگ دوبارہ روزہ رکھیں گے۔ لیکن بہت لوگوں کا خیال ہے کہ صرف ہم نے روزہ نہیں کھولا بلکہ ان لوگوں نے بھی کھولا ہے جو اس مسجد میں نماز ادا کرنے نہیں آتے جو دوسرے یعنی گھر کے قریب والی مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔

پوچھنا یہ ہے کہ کیا ہم لوگ دوبارہ روزہ رکھیں گے یا مؤذن کی غلطی ہے وہی دوبارہ روزہ رکھے گا۔

اس مسئلے کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب بتا کر الحدیث میں شائع کریں (ان شاءاللہ) کیونکہ ہم لوگ اس مسئلے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔ وعلیکم السلام ابومعاذ راولپنڈی''

الجواب بعون الوهاب: اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

'' **أفطرنا على عهد النبي ﷺ يوم غيمٍ ثم طلعت الشمس** '' الخ نبی ﷺ کے زمانے میں، ایک دفعہ بادل والے دن ہم نے روزہ افطار کر لیا، پھر (بادل ہٹنے کے بعد) سورج نکل آیا الخ (صحیح البخاری،

كتاب الصوم، باب إذا أفطر في رمضان ثم طلعت الشمس، ح ١٩٥٩)

اس روایت کے راوی ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ: '' لا أدري أ قضوا أم لا ؟'' مجھے پتہ نہیں کہ لوگوں نے روزے کی قضا ادا کی تھی یا نہیں؟ (البخاری:۱۹۵۹)

ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ: قضا ضروری ہے (البخاری:۱۹۵۹)

اسلم العدوی مولیٰ عمر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ بادل والے دن (سیدنا) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے روزہ افطار کرلیا، آپ یہ سمجھے تھے کہ مغرب ہو چکی ہے اور سورج غروب ہو چکا ہے، پھر (بادل ہٹنے کے بعد) سورج طلوع ہو گیا تو امیر المؤمنین نے فرمایا: ''الخطب يسير و قد اجتهدنا '' مسئلہ آسان ہے (صرف ایک روزہ قضا کا رکھ لیں گے) اور ہم نے اجتہاد کیا ہے۔ (مؤطا امام مالک، روایۃ ابی مصعب الزہری ۱/۳۱۶ ح ۸۲۰ وسندہ صحیح، روایۃ القعنبی ص ۲۱۲)

اس روایت کی تشریح میں امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''يريد بذلك عمر بن الخطاب القضاء ويسارة مؤ ونته وخفته فيما يرى والله أعلم'' عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کا ان الفاظ سے یہ ارادہ تھا کہ روزے کی قضا ہوگی اور ایسا کرنا آسان اور معمولی ہے واللہ اعلم (مؤطا الزہری ص ۳۱۶، ۳۱۷ و مؤطا القعنبی ص ۲۱۳)

اس روایت کے بہت سے شواہد ہیں مثلاً دیکھئے مؤطا امام مالک (روایۃ یحییٰ بن یحییٰ ۱/۳۰۳ ح ۶۸۲، الصیام: ۴۴ وبتحقیق الشیخ سلیم بن عید الہلالی ۲/۳۴۳ ح ۳۹۷ وقال: موقوف صحیح) ومصنف ابن ابی شیبہ (۳/۲۳، ۲۴ ح ۹۰۴۵) ومصنف عبدالرزاق (۴/۱۷۸ ح ۷۳۹۲، ۷۳۹۴) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۴/۲۱۷)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں آیا ہے کہ '' والله لا نقضيه '' اللہ کی قسم، ہم روزے کی قضا ادا نہیں کریں گے (السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۲۱۷ واللفظ لہ، مصنف عبدالرزاق ۴/۱۷۹ ح ۷۳۹۵) ومصنف ابن ابی شیبہ (۳/۲۴ ح ۹۰۵۲)

یہ روایت سلیمان بن مہران الاعمش، مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں: ''والأعمش مدلس، لايحتج بعنعنته إلا إذا صح سماعه الذي عنعنه من جهة أخرى'' اور اعمش مدلس ہیں، اُن کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی اِلا یہ کہ ان کے سماع کی تصریح کسی دوسری سند میں ثابت ہو جائے (شرح صحیح مسلم، درسی نسخہ ج ۱ ص ۷۲ تحت ح ۱۰۹)

امام بیہقی نے اس روایت کو ایک دوسری وجہ سے خطا قرار دیا ہے (السنن الکبریٰ ۴/۲۱۷)! عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل تھے کہ اس روزے کی قضا ہوگی اور کفارہ نہیں ہوگا (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۵ ح ۹۰۵۴ وسندہ صحیح، ابن جریج صرح بالسماع)

زیاد بن النضر (تابعی کبیر) رحمہ اللہ بھی ایسی حالت میں ایک دن کی قضا کے قائل تھے (مصنف ابن ابی شیبہ

۳/۲۰۵ ح ۹۰۵۵ وسندہ حسن)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: اس مسئلے میں اختلاف ہے اور جمہور اس کے قائل ہیں کہ قضا واجب ہے۔ (فتح الباری ۴/۲۰۰) یہی اکثر علماء کا قول ہے (دیکھئے عون المعبود ۲/۲۷۹)

قسطلانی نے کہا: '' وهذا مذهب الشافعية والحنفية والمالكية والحنابلة '' شافعیوں، حنفیوں، مالکیوں اور حنبلیوں کا یہی مذہب ہے (عون المعبود ۲/۲۷۹)

ان کے مقابلے میں حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: '' أجزأمنه '' یعنی یہی روزہ کفایت کرتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۴ ح ۹۰۵۱ وسندہ صحیح)

ان تمام اقوال اور ارشاد باری تعالیٰ ﴿ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیۡلِ ۚ﴾ پھر رات تک روزہ پورا کرو (البقرۃ: ۱۸۷) کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہی راجح ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ افطار کرلے اور بعد میں سورج طلوع ہو جائے تو پھر اس روزے کی قضا ادا کرنا ہوگی۔

صورتِ مسئولہ میں پانچ منٹ پہلے اذان کی غلطی کی وجہ سے لوگوں نے روزہ افطار کرلیا، اس کے بعد سورج نظر نہیں آیا۔ لہٰذا یہ مسئلہ خطا ونسیان کا ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ: '' إن الله تجاوزلي عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه '' بے شک اللہ نے میرے لئے میری اُمت سے خطا، بھول اور جس میں انہیں مجبور کیا جائے، معاف فرمایا ہے (السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/۳۵۶ وصححہ الحاکم علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی فی تلخیصہ ولم یتعقبہ)

عمومِ قرآن بھی اسی کا موید ہے۔ دیکھئے سورۃ الاحزاب (آیت: ۵)

لہٰذا ایسی حالت میں لوگوں پر کوئی قضا نہیں ہے۔ یہی تحقیق ہمارے استاد محترم مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ کی ہے۔ والحمد للہ (۱۵ رمضان ۱۴۲۶ھ)

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ اور بعض شبہات کا ازالہ

''الحدیث'' حضرو (شمارہ ۱۰ ص ۱۴) میں ایک حدیث شائع کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گردآلودہ تھے۔ آپ کے ہاتھ میں خون کی ایک بوتل تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔

(بحوالہ مسند احمد ۱/۲۴۲ ودلائل النبوۃ للبیہقی ۶/۴۷۱)

اس روایت کو حاکم اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر اس کی سند کو قوی قرار دیتے ہیں (البدایہ والنہایہ ۸/۲۰۲)

اس روایت پر تین ممکنہ اعتراضات ہو سکتے تھے۔

۱: حماد بن سلمہ کی ثقاہت

۲:    اختلاط کی بحث

۳:    عمار بن ابی عمار کی ثقاہت

ان تینوں اعتراضات کے جوابات ''الحدیث'' میں دے دیئے گئے ہیں (شمارہ: ۱۰ص ۱۵، ۱۶)

جناب محمد عمر خالد فیصل آبادی نے حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب کو خط لکھا:

''درج بالا حدیث کو.. زبیر علی زئی نے صحیح قرار دیا ہے آپ کی اس بارے میں کیا تحقیق ہے؟''

محمد عمر صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ ''الحدیث'' کی مکمل عبارت (ص ۱۴ تا ۱۶) نقل کر کے یا فوٹوسٹیٹ کر کے حافظ صاحب کو بھیجتے۔ حافظ ثناء اللہ صاحب نے اس روایت پر جرح کرنے سے پہلے لکھا کہ:

''اس روایت کو اگرچہ بعض اہل علم نے صحیح کہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت سنداً ضعیف اور متناً مضطرب اور منکر ہے'' (ماہنامہ الصراط کراچی ج ۱ شمارہ: ۵، اکتوبر نومبر ۲۰۰۵ء)

اب حافظ صاحب کے اعتراضات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔   شیخ الاسلام حماد بن سلمہ بن دینار رحمہ اللہ

''الحدیث'' میں ثابت کیا گیا ہے کہ حماد بن سلمہ صحیح مسلم کے مرکزی راوی اور ابن معین، العجلی، یعقوب بن سفیان، احمد بن حنبل، ابن حبان، ترمذی، ابن خزیمہ، ابن الجارود، حاکم وذہبی وغیرہم کے نزدیک ثقہ وصحیح الحدیث ہیں۔

ان کے مقابلے میں حافظ ثناء اللہ صاحب نے حاکم، احمد، ذہبی، محمد بن یحییٰ نیشاپوری، ابن جوزی اور ابن حبان سے جرح نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔

حاکم کی عبارت جرح ہی نہیں ہے۔ احمد کی جرح کا تعلق ہماری روایت سے نہیں بلکہ حماد عن قیس بن سعد اور حماد عن حماد بن ابی سلیمان کی روایت سے ہے۔

ذہبی کا قول جرح ہی نہیں ہے۔ حافظ ذہبی بذاتِ خود فرماتے ہیں کہ:

''اور اس (حماد بن سلمہ) کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گری ہے'' (سیر اعلام النبلاء ۷/۴۴۶ والحدیث: ۱۰ص ۱۵)

محمد بن یحییٰ النیسابوری کا قول ابن عبدالہادی (پیدائش ۸۴۰ھ وفات ۹۰۹ھ) کی کتاب بحر الدم (ص ۱۲۲ رقم ۲۲۷) اور محمد بن ابی یعلیٰ (پیدائش ۴۵۱ وفات ۵۲۶ھ) کی کتاب طبقات الحنابلۃ (۱/۳۲۸) میں بغیر کسی سند کے مذکور ہے، یعنی یہ قول محمد بن یحییٰ سے ثابت ہی نہیں ہے۔ اگر حافظ ثناء اللہ صاحب اسے ثابت سمجھتے ہیں تو صحیح سند پیش کریں، اہلِ علم کو چاہئے کہ بے سند اقوال پیش کرنے سے گریز کریں۔

ابن حبان نے کسی مجہول معترض کی جرح نقل کر کے اس کا زبردست رد کیا ہے، ابن جوزی کی جرح کی بنیاد ابن عدی کا قول ''قد قیل'' إلخ ہے (دیکھئے العلل المتناھیۃ ج ۱ ص ۲۳ ح ۱۸)

اس قول کا قائل مجہول ہے، اس کا دوسرا راوی محمد بن شجاع کذاب ہے، دیکھئے حاشیہ مولانا ارشاد الحق الاثری (رقم: ۴)

اگر یہ تمام جروح ثابت ووارد بھی ہوں تو جمہور کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہیں۔

فائدہ: صحیح بخاری میں شواہد ومتابعات میں حماد بن سلمہ کی بہت سی روایات ہیں (مثلاً ۱۴۲، ۶۶۳، ۷۳۹، ۱۰۴۸...)

محمد بن طاہر المقدسی (متوفی ۵۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ:

''بل استشهد به في مواضع ليبين أنه ثقة'' بلکہ (امام بخاری نے) کئی مقامات پر اس (حماد بن سلمہ) سے شواہد میں روایت کی ہے تاکہ آپ یہ بیان (واضح) کردیں کہ وہ ثقہ ہے (شروط الائمۃ الستۃ ص ۱۸) معلوم ہوا کہ حماد بن سلمہ امام بخاری کے نزدیک بھی ثقہ وصدوق تھے۔ والحمد للّٰہ

۲: تدلیس کی بحث

حافظ ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حماد بن سلمہ مدلس ہے۔ (مقدمہ صحیح ابن حبان ۱/۱۵۴)'' (الصراط ص ۴۰)

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں کہ: ''فإن قال: كان حماد يدلس ، يقال له: فإن قتادة.'' پس اگر وہ (مجہول شخص) کہے کہ حماد (بن سلمہ) تدلیس کرتے تھے تو اس سے کہا جائے گا کہ: پس بے شک قتادہ.... اِلخ (الاحسان نسخہ قدیمہ ج ۱ ص ۸۵)

معلوم ہوا کہ حماد پر تدلیس کا الزام لگانے والا کوئی مجہول شخص ہے، غالباً اسی کی اندھا دھند پیروی میں مسند الامام احمد کے محققین (!) نے حماد پر تدلیس کا الزام لگا دیا ہے (موسوعۃ مسند الإمام أحمد ۵/۴۷)

حالانکہ حماد بن سلمہ تدلیس کے الزام سے بری ہیں۔ انہیں حافظ ابن حجر، حافظ ذہبی، حافظ العلائی، حافظ المقدسی، حافظ ابن العجمی وغیرہ کسی عالم نے بھی مدلسین میں ذکر نہیں کیا۔

دوسرے یہ کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ والی روایت میں سماع کی تصریح ثابت ہے۔

امام احمد نے فرمایا: ''حدثنا عفان: حدثنا حماد هو ابن سلمة: أخبرنا عمار عن ابن عباس...'' اِلخ (مسند الإمام احمد ۱/۲۸۳ ح ۲۵۵۳ وسندہ صحیح الیٰ حماد رحمہ اللہ، فضائل الصحابۃ للإمام أحمد ۲/۷۷۹ ح ۱۳۸۱)

☆ امام عفان بن مسلم رحمہ اللہ کا تعارف

امام عفان پر حملہ کرتے ہوئے حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب لکھتے ہیں کہ:

''واضح رہے کہ عفان بن مسلم کی سند پر گرفت مضبوط نہیں تھی جیسا کہ ابن عدی کے بیان سے عیاں ہوتا ہے۔'' (الصراط ص ۴۰)

عفان رحمہ اللہ صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔ ابو حاتم الرازی نے کہا: ''ثقة متقن متين'' (الجرح والتعدیل ۷/۳۰) عجلی نے کہا: بصري ثقة ثبت صاحب سنة (تاریخ بغداد ۱۲/۲۶۹ ت ۶۷۱۵ واللفظ لہ، تاریخ الثقات: ۱۱۴۵ ومعرفۃ الثقات: ۱۲۵۶ وسقط منہما لفظ: ثقۃ)

ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا (۸/۵۲۲) یحییٰ بن معین نے کہا: '' **وکان عفان واللہ أثبت من أبي نعیم في حماد بن سلمة** '' اللہ کی قسم، حماد بن سلمہ سے روایت میں عفان ابونعیم (الفضل بن دکین) سے زیادہ ثقہ تھے (تاریخ ابن معین، روایۃ عباس الدوری: ۴۴۰۷) اور فرمایا: حماد (بن سلمہ) اور بہز بن اسد دونوں ثقہ تھے (دیکھئے تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۲۰۰)

یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا: '' **من أراد أن یکتب حدیث حماد بن سلمة فعلیه بعفان بن مسلم** '' جو شخص حماد بن سلمہ کی حدیث لکھنا چاہتا ہے تو وہ عفان بن مسلم کو لازم پکڑ لے (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال، روایۃ عبداللہ بن احمد ۲/۱۲۱ ح ۱۵۰۷ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۲۰۴۲) احمد بن حنبل نے کہا: '' **عفان أثبت من عبدالرحمٰن بن مهدی** '' عفان عبدالرحمٰن بن مہدی سے زیادہ ثقہ ہیں (کتاب العلل ۲/۳۳۰ ح ۲۲۹۷ وسندہ صحیح، کتاب الجرح والتعدیل ۷/۳۰ وسندہ صحیح)

محدثین کرام کی ان عظیم الشان توثیقات کے مقابلے میں حافظ ثناء اللہ صاحب نے ابن عدی کا قول تہذیب التہذیب سے نقل کیا ہے۔ عرض ہے کہ اصل کتاب کامل ابن عدی (ج ۵ ص ۲۰۲۱ والنسخۃ الجدیدۃ ۷/۱۰۵) میں ابن عدی کا قول پڑھ لیں، ان کے نزدیک بھی عفان صدوق ہی ہے۔ ابن عدی کا یہ قول جرح نہیں ہے اور اگر کوئی خواہ مخواہ اسے جرح ہی باور کرانا چاہتا ہے تو جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

عفان کے بارے میں محمد بن سعد، کاتب الواقدی نے لکھا ہے کہ: '' **وکان ثقة ثبتاً کثیر الحدیث حجة** '' (الطبقات ۷/۲۹۸)

دوسرے یہ کہ حماد بن سلمہ کے سماع کی تصریح میں عفان رحمہ اللہ منفرد نہیں ہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں:

'' **وأخبرنا ابوالحسن علي بن محمد المقرئ: أخبرنا الحسن بن محمد بن إسحاق: حدثنا یوسف بن یعقوب: حدثنا سلیمان بن حرب: حدثنا حماد بن سلمة: حدثنا عمار بن أبی عمار أن ابن عباس قال:** '' إلخ (دلائل النبوۃ للبیہقی ۶/۲۷۴ وسندہ صحیح إلی حماد بن سلمۃ رحمہ اللہ)

اب اس سند کے راویوں کا تعارف پڑھ لیں:

۱۔ علی بن محمد بن علی (بن حمید) المقرئ، ذہبی نے کہا: **المقرئ المجود** (تاریخ الاسلام ۲۸/۴۸۲) **وصحح له البیهقي في السنن الکبری** (۴/۵۴) **فهو صحیح الحدیث عند البیهقي رحمه الله۔**

ایک دوسرا شخص ابوالحسن علی بن محمد بن حسین بن شاذان ہے جو بیہقی کا استاد اور حسن بن محمد بن اسحاق کا شاگرد ہے۔ ذہبی نے کہا: '' **الاسفرائني الحافظ المحدث الثقة** '' (تاریخ الاسلام ۲۸/۳۵۴)

۲۔ الحسن بن محمد بن إسحاق الاسفرائنی '' **المحدث الثقة الرجال** '' (سیر اعلام النبلاء ۱۶/۵۰)

۳۔ یوسف بن یعقوب (بن اسماعیل بن حماد بن زید) القاضی: '' **الإمام الحافظ الفقیه الکبیر الثقة** '' (النبلاء ۱۴/۸۵)

۴۔ سلیمان بن حرب: '' **ثقة حافظ إمام** '' (تقریب التہذیب: ۲۵۴۵) **وهو من رجال الکتب الستة.**

معلوم ہوا کہ غیر مدلس حماد سے تصریح بالسماع والی روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (۲۲۸/۱۴) وفضائل الصحابۃ لاحمد (زیادات القطیعی ۸۱/۲ ۷ ح ۱۳۸۹ وسندہ صحیح) میں بھی ہے۔ **والحمد للّٰہ**

۳: اختلاط کی بحث

حافظ ثناء اللہ صاحب نے امام حماد بن سلمہ پر اختلاط کا الزام بھی لگایا ہے حالانکہ اس کا جواب ''الحدیث'' میں پہلے سے شائع شدہ ہے (شمارہ ۱۰ ص ۱۵، ۱۶)

عفان وسلیمان بن حرب وعبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہم کا حماد سے سماع قبل از اختلاط ہے۔ **والحمد للّٰہ**

۴: اضطراب کی بحث

حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اس روایت کے ضعیف ہونے کی پانچویں علت یہ ہے کہ یہ روایت مضطرب ہے...'' (الصراط ص ۴۰)

عرض ہے کہ حماد بن سلمہ کے چار شاگرد عفان، سلیمان بن حرب، عبدالرحمٰن بن مہدی اور حجاج بن منہال ''**قتل ذلک الیوم**'' یا اس کے مشابہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔ حسن بن موسیٰ کی روایت میں اختلاف ہے۔

عبد بن حمید نے حسن بن موسیٰ سے ''**قتل ذلک الیوم**'' نقل کیا ہے (المنتخب من مسند عبد بن حمید ۵۹۸/۱ ح ۷۰۹) جبکہ مستدرک (۴۹۸/۴) کی روایت میں ''**قتل قبل ذلک بیوم**'' ہے۔ یہ ''**قبل**'' کا لفظ کئی وجہ سے مردود ہے۔

۱۔ ثقہ راویوں کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے۔

۲۔ حسن بن موسیٰ کی (مسند عبد بن حمید میں) اپنی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے۔

۳۔ عین ممکن ہے کہ یہ لفظ کاتب، ناسخ یا بذاتِ خود امام حاکم کا وہم ہو۔ اس لفظ کی وجہ سے ثقہ راویوں کی جماعت کی بیان کردہ روایت کو مضطرب قرار دینا غلط ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: ''**وإسنادہ صحیح**'' (التعلیقات علی المشکوٰۃ: ۶۱۷۲ وھدایۃ الرواۃ ج ۵ ص ۴۶۲)

تنبیہ بلیغ: بوصیری نے سندیں حذف کر کے ایک متن لکھا ہے جس کے آخر میں ''**فوجدناہ قبل ذلک**'' کے الفاظ ہیں، وقال: ''**رواہ أبو بکر بن أبی شیبۃ وأحمد بن حنبل وأحمد بن منیع وعبد بن حمید بسند صحیح**'' (**اتحاف الخیرۃ المھرۃ ۳۱۸/۹ ح ۹۰۵۴**)

مسند احمد ومسند عبد بن حمید میں ''**قبل ذلک**'' کے الفاظ قطعاً نہیں ہیں۔ ابوبکر بن ابی شیبہ اور احمد بن منیع کی روایات کی تلاش جاری ہے، لہذا ابوصیری کی یہ نقل اصل کتابیں نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۵: متن کی بحث

حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب فرماتے ہیں کہ: ''اس روایت کا متن صحیح احادیث کے خلاف ہے... اسی طرح بالوں کو بکھیرنا، غبار آلود کرنا وغیرہ ممنوع ہے'' (الصراط ص ۴۱)

عرض ہے کہ حماد بن سلمہ والی یہ روایت باعتراف حافظ ذہبی، حاکم، ابن کثیر، بوصیری اور البانی وغیرہم صحیح وقوی ہے۔ کسی ایک مستند امام نے اسے ضعیف و مضطرب نہیں کہا۔ رہا یہ کہ بکھرے ہوئے اور گرد آلود بال تو یہ غم وافسوس کا قرینہ ہے۔ خواب کی ہر بات کا مِن وعَن ظاہری معنی مراد لینا محلِ نظر ہے۔ حافظ صاحب کا یہ کہنا کہ ''بالوں کو (غم میں ناقل) بکھیرنا، غبار آلود کرنا وغیرہ ممنوع ہے'' بالکل صحیح ہے لیکن اگر کوئی شخص غم میں اتنا مشغول ہو کہ خود بخود اس کے بال بکھر جائیں یا زمین کی گرد خود بخود اڑ کر اس کے بالوں پر پڑ جائے تو کیا وہ حالتِ غم میں کنگھی وصابون تلاش کرے گا تاکہ وہ اپنے بال انتہائی خوبصورت کر کے پیش کرے!

قصہ مختصر یہ کہ یہ روایت حسن لذاتہ (حجت) ہے۔ والحمد للّٰہ (۵شوال ۱۴۲۶ھ)

ہر تحریر کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرنا چاہئے

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہء سبا کو جو خط لکھا تھا اس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے''إنه من سليمان و إنه بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم '' یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور اسے اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے، شروع کیا گیا ہے۔ (النمل: ۳۰)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ سے قبل انبیاء علیہم السلام کا طریقہ بھی یہی تھا کہ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اپنے خطوط کی ابتدا فرماتے تھے۔ نبی ﷺ بھی کفار ومشرکین کی طرف جو خطوط لکھواتے تھے ان کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے فرماتے تھے (صحیح بخاری: ۷) قابلِ غور بات یہ ہے کہ آپ ﷺ یقینی طور پر جانتے تھے کہ یہ خطوط کفار ومشرکین کے ناپاک ہاتھوں میں جائیں گے اور وہی لوگ مخاطب بھی تھے مگر کیا شانِ الٰہی ہے کہ آغاز اللہ کے مقدس نام سے کیا گیا۔ آپ ﷺ قرآنی تعلیم سے خوب آشنا تھے کہ مشرکین نجس ہیں۔ (التوبۃ: ۲۸) کیونکہ قرآن کا نزول تو آپ پر ہی ہوتا تھا۔ صحابہ کرام بھی اپنے خطوط کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا (الادب لمفرد: ۱۱۲۴ والموطا ۹۸۳/۲ ح ۱۹۰۹ وسندہ صحیح)

حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواباً فرمایا: ''تلك صدور الرسائل '' یہ خطوط کے اوائل ہیں (الادب المفرد: ۱۱۲۳ وسندہ حسن)

جب انس بن سیرین رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خط لکھا تو حکم دیا'' اكتب بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم إلى فلان ''(ایضاً: ۱۱۲۵ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ عہد رسالت، عہد صحابہ اور عہدِ تابعین میں آغازِ مکتوب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوا کرتا تھا۔

تنبیہ: بعض لوگ اپنے خطوط اور تحریروں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بجائے ۷۸۶ اور ۹۲ کے ہندسے لکھتے ہیں جس کا ثبوت قرآن، حدیث اور آثار صحابہ وغیرہ سے قطعاً نہیں ملتا۔

[فضل اکبر کاشمیری]

مولانا ارشاد الحق اثری

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف کا موقف

امام محمد بن الحسین الآجری کا فرمان:

امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ آجری المتوفی ۳۶۰ھ نے اپنی معروف کتاب ''کتاب الشریعۃ'' میں (باب نمبر ۲۵۷ ص ۹۳۲ نسخہ مرقمہ) باب یہی قائم کیا ہے۔ ''**باب ذکر الکف عما شجر بین أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورحمۃ اللہ علیہم أجمعین**'' کہ یہ باب اس کے متعلق ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان ہونے والے اختلافات سے گریز کیا جائے اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمتیں ہوں۔'' امام آجری نے اس باب میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور اپنے اس موقف پر بہت سے دلائل ذکر کیے ہیں جو دس صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان دلائل سے قطع نظر ہم یہاں صرف ان کے موقف کا خلاصہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''فضائل صحابہ کرام واہلِ بیت کے سلسلے میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس پر غور وفکر کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ان سب سے محبت کرے ان کے بارے میں رحمت اور بخشش کی دعاء کرے اور ان کی محبت کو اللہ کے ہاں اپنے لئے وسیلہ بنائے، ان کے مابین جو اختلافات ہوئے ہیں، ان کو ذکر نہ کرے نہ ان کی چھان بین کرے اور نہ ہی ان پر بحث کرے ہمیں تو ان کے بارے میں استغفار کرنے اور ان کے حق میں رحمت کی دعا کرنے، ان سے محبت اور ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید، احادیث رسول اور ائمہ مسلمین کے اقوال اس پر دال ہیں۔ ہمیں ان کے مابین مشاجرات کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت اور رشتہ کا شرف حاصل ہے ان کے اسی شرف صحبت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دینے کا اعلان فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں اس بات کی ضمانت دی ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو قیامت کے دن شرمسار نہیں کروں گا، ان کے اوصاف کا اللہ تعالیٰ نے تورات وانجیل میں تذکرہ کیا ہے اور ان کی بہترین تعریف کی ہے، ان کی توبہ کا اور اپنی رضا وخوشنودی کا ذکر کیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں تو ان مشاجرات کے بارے میں محض اپنی معلومات میں اضافہ چاہتا ہوں تا کہ میں ان حالات سے بچ سکوں جن میں وہ مبتلا ہوئے ہیں، تو اسے سمجھایا جائے گا کہ تم تو فتنہ کے طلب گار ہو کیونکہ تم ایسی بات کے درپے ہو جو تمہارے لئے نقصان کا باعث ہے، کسی فائدہ کی اس سے کوئی توقع نہیں۔ اس کی بجائے اگر تم فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کی صورت میں اپنی اصلاح کی کوشش کرتے تو یہ تمہارے لئے بہتر تھا بالخصوص اس دور میں جب کہ بدعات

ضالہ عام ہورہی ہیں، لہذا تمہارے لئے یہی بہتر تھا کہ تم اپنے کھانے پینے، اپنے لباس کی فکر کرو کہ یہ کہاں سے آیا ہے، یہ روپیہ پیسہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کہاں خرچ کیا جارہا ہے، نیز ہمیں اس بارے میں بھی خطرہ ہے کہ مشاجرات صحابہ میں تمہاری چھان بین اور بحث وتکرار کے نتیجہ میں تمہارا دل بدعت کی طرف مائل ہوجائے گا شیطان کے ہاتھوں تم کھیلنے لگو گے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ان سے محبت کرو، ان کے لئے بخشش طلب کرو اور ان کی اتباع کرو، اگر تم ان کو برا کہنے لگو گے، اور ان سے بغض ونفرت کرنے لگو گے، باطل راستہ پر چل نکلو گے، جو شخص بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وتوصیف کرتا ہے بعض کی مذمت کرتا ہے اور ان پر طعن وتشنیع کرتا ہے وہ فتنہ میں مبتلا ہے کیونکہ اس پر تو سب صحابہ کرام سے محبت اور سب کے بارے میں استغفار واجب ہے۔ (الشریعۃ ص ۲۴۸۵، ۲۴۹۱ ج ۵)

امام ابوبکر الآجری رحمہ اللہ کے اس کلام پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ بلاریب مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں بحث وتکرار کا نتیجہ وہی ہے جس کی نشاندہی انہوں نے کی ہے، اور اسی سے دیگر علمائے امت نے بتکرار خبردار کیا۔''

[مُشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف کا موقف ص ۴۱، ۴۲]

''امام نووی کا فرمان:

امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم میں رقم طراز ہیں:

''ومذهب أهل السنة والحق إحسان الظن بهم والإمساک عما شجر بينهم وتاويل قتالهم، وإنهم مجتهدون متأولون لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا، بل اعتقدوا كل فريق أنه المحق ومخالفه باغ فوجب قتاله ليرجع الى أمر الله، وكان بعضهم مصيباً و بعضهم مخطئاً معذوراً فى الخطأ لأنه بإجتهاد ولمجتهد إذا أخطألا إثم عليه وكان على رضى الله عنه هوالمحق المصيب فى ذلک الحروب هذا مذهب أهل السنة وكانت القضايا مشتبة حتى أن جماعة من الصحابة تحيروا فيها فاعتزلوا الطائفتين ولم يقاتلوا ولو تيقنوا الصواب لم يتأ خروا عن مساعدته''

(شرح صحيح مسلم ص ۳۹۰ ج ۲ ، كتاب الفتن ، باب إذاالتقى المسلمان بسيفيهما إلخ)

''اہلِ سنت اور اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ ان کے آپس کے اختلافات میں خاموشی اور ان کی لڑائیوں کی تاویل کی جائے۔ وہ بلاشبہ سب مجتہد اور صاحب رائے تھے معصیت اور نافرمانی ان کا مقصد نہ تھا اور نہ ہی محض دنیا طلبی پیش نظر تھی، بلکہ ہر فریق یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہی حق پر ہے اور دوسرا باغی ہے، اور باغی کے ساتھ لڑائی ضروری ہے تاکہ وہ امر الٰہی کی طرف لوٹ آئے، اس اجتہاد میں بعض راہ صواب پر تھے اور بعض خطا پر تھے، مگر خطا کے باوجود وہ معذور تھے کیونکہ اس کا سبب اجتہاد تھا اور مجتہد خطا پر بھی گنہگار نہیں

ہوتا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے اہلِ سنت کا یہی موقف ہے، یہ معاملات بڑے مشتبہ تھے یہاں تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اس پر حیران و پریشان تھی جس کی بنا پر وہ فریقین سے علیحدہ رہی اور قتال میں انہوں نے حصہ نہیں لیا، اگر انہیں صحیح بات کا یقین ہو جاتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معاونت سے پیچھے نہ رہتے۔''

علامہ نووی رحمہ اللہ نے جو کچھ بیان فرمایا تھوڑی سی تفصیل سے اہلِ سنت کا یہی موقف انہوں نے ''کتاب فضائل الصحابہ'' کے اوائل میں بیان کیا ہے۔جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بالا جماع صحیح ہے، اپنے وقت میں وہ خلیفہ تھے ان کے علاوہ کسی کی خلافت نہیں تھی، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، فضلاء اور نجباء صحابہ میں سے تھے ان کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں اس کی وجہ یہ شبہ تھا کہ ان میں سے ہر ایک گروہ اپنی حقانیت کا اعتقاد رکھتا تھا یہ سبھی عادل ہیں جنگوں اور دیگر اس قسم کے معاملات میں متاول ہیں، ان میں سے کوئی چیز ان میں سے کسی کو عدالت سے خارج نہیں کرتی اس لئے کہ وہ سب مجتہد تھے، ان مسائل میں جو محل اجتہاد ہیں ان میں باہم اسی طرح اختلاف ہو گیا جس طرح ان کے بعد میں دوسرے مجتہدین قصاص وغیرہ مسائل میں مختلف ہو گئے۔ ان باتوں کے سبب کسی میں کوئی نقص نہیں، ان کے باہم لڑنے کا سبب یہ تھا کہ معاملات کچھ الجھن کا شکار ہو گئے جس کی وجہ سے ان کے اجتہاد میں اختلاف کے نتیجہ میں تین گروہ بن گئے۔ ایک گروہ سمجھتا تھا کہ میں حق پر ہوں دوسرا باغی ہے اور باغی سے قتال ضروری ہے، دوسرا گروہ اس کے برعکس مدعی تھا کہ وہ حق پر ہے اور ان کا مدمقابل باغی ہے، تیسرا گروہ وہ تھا جن کے نزدیک معاملہ مشکل تھا وہ دونوں میں سے کسی کے موقف کو راجح نہ سمجھ سکے تو دونوں سے علیحدہ ہو گئے، اگر ان کے نزدیک واضح ہو جاتا کہ فلاں فریق حق پر ہے تو وہ اس کی تائید میں پیچھے نہ رہتے، اس لئے یہ سب حضرات معذور ہیں اور اہلِ حق اس پر متفق ہیں کہ وہ عادل ہیں اور ان کی روایت و شہادت مقبول ہے۔'' (شرح مسلم ص ۲۷۲ ج ۲) '' [مشاجراتِ صحابہ اور سلف کا موقف ص ۶۰، ۶۱]

ادارہ کی طرف سے چند اہم ہدایات

(۱) رسالہ ''الحدیث'' منگوانے کے لئے رقم پیشگی ارسال کرنا لازمی شرط ہے۔

(۲) رسالہ بذریعہ وی پی قطعاً نہیں بھیجا جاتا، لہٰذا بذریعہ وی پی منگوانے کی زحمت نہ کریں۔

(۳) جو حضرات ''الحدیث'' کے لئے مضمون لکھنا چاہتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ ہر بات باحوالہ، مدلل اور محقق تحریر کریں ورنہ اس کو شائع نہیں کیا جائے گا۔

(۴) بذریعہ خط مسائل پوچھنے والے صاحبان صرف ایک ہی سوال لکھا کریں زیادہ سوالات لکھنے کی صورت میں صرف ایک سوال کا جواب دیا جائے گا۔

(۵) جوابی لفافہ ضرور ارسال کیا کریں۔ بصورت دیگر جواب نہیں دیا جائے گا۔

(۶) حافظ زبیر علی زئی صاحب سے بذریعہ فون روزانہ صبح ۸ تا ۱۱ بجے مسائل پوچھے جا سکتے ہیں۔ دیگر اوقات میں فون سننے کے لئے معذرت خواہ ہیں۔

(۷) حافظ صاحب سے ملاقات کے لئے صرف اتوار کے دن تشریف لائیں۔

فضل اکبر کاشمیری
نائب مدیر ''الحدیث'' حضرو

تحریر: الشیخ عبدالمحسن العباد المدنی　ترجمہ وتحقیق وحواشی: حافظ زبیر علی زئی

اللہ تعالیٰ کے ننانوے (99) نام

ابن ابی زید القیروانی (1) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

☆9: ''وله الأسماء الحسنى والصفات العلى'' اور اسی (اللہ) کے لیے اسماءِ حُسنیٰ اور عالی صفات ہیں۔

(مقدمہ رسالۃ ابن ابی زید القیروانی مع الشرح: قطف الجنی الدانی: ۹ص ۸۲)

اس کی شرح میں شیخ عبدالمحسن العباد المدنی (2) فرماتے ہیں کہ:

۱: اللہ کے نام اور اس کی صفات، علمِ غیب سے ہیں جن کے بارے میں نازل شدہ وحی: اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کلام کرنا جائز نہیں ہے۔ اسماء (ناموں) اور صفات میں سے صرف اُسی کا اثبات (واقرار) کرنا چاہیے جسے اللہ عزّ وجل نے اپنے لیے یا اس کے رسول نے اُس (اللہ) کے لیے ثابت قرار دیا ہے، وہ صفات جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان کے لائق ہیں، کیفیت (کے بارے میں سوال) اور تمثیل (مخلوق سے مثال دینا) کے بغیر، تحریف اور تعطیل (معطل قرار دینے) سے بچتے ہوئے (اور) ہر اُس چیز سے تنزیہ (بری الذمہ اور پاک ہونے) کا عقیدہ رکھتے ہوئے اقرار کرنا چاہیے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ اس (اللہ) کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) ہے۔ (الشوریٰ: ۱۱)

۲: اللہ تعالیٰ کے ناموں کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، اللہ نے انہیں اسماء حُسنیٰ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠﴾ اور اللہ کے اسماء حُسنیٰ (بہترین نام) ہیں، پس تم اسے ان (ناموں) کے ساتھ پکارو۔ (الاعراف: ۱۸۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ اللہ وہ ہے جس کے سوا دوسرا کوئی الٰہ (معبود برحق) نہیں، اُسی کے اسماء حُسنیٰ ہیں (طٰہٰ: ۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۭ﴾ وہی اللہ خالق، باری تعالیٰ (اور) مصوّر ہے، اسی کے اسماء حُسنیٰ ہیں (الحشر: ۲۴)

اللہ کے اسماء حُسنیٰ کا معنی یہ ہے کہ وہ (خوبصورتی میں) حُسن کے بلند ترین اور اعلیٰ ترین مقام پر پہنچے ہوئے ہیں۔ انہیں

(1) ابو محمد عبداللہ بن ابی زید، توفی ۳۸۶ھ، ان کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ: ''وكان رحمه الله على طريقة السلف الأصول، لا يروي الكلام ولا يتأوّل'' (سیر اعلام النبلاء ۱۷/ ۱۲) وثقہ القابسی وغیرہ دیکھئے مدرسۃ الحدیث القیروان ص ۶۴۳

(2) جزیرۃ العرب کے کبار علماء میں سے ہیں، دیکھئے الحدیث: ۱۴ص ۳۳

صرف اچھے نام ہی نہیں کہا جاتا بلکہ اسمائے حسنیٰ کہا جاتا ہے جیسا کہ ان آیات کریمہ سے ثابت ہے۔

۳: اللہ کے سارے نام مُشتق (الفاظ وکلام سے نکالے گئے) ہیں جو کہ معانی پر دلالت کرتے ہیں (اور) یہ (اس کی) صفات ہیں ۔ مثلاً عزیز عزت پر، حکیم حکمت پر، کریم کرم پر، عظیم عظمت پر، لطیف لُطف پر اور رحمٰن الرحیم رحمت پر دلالت کرتے ہیں، اور یہی مفہوم دوسرے ناموں میں بھی ہے۔

اللہ کے ناموں میں کوئی اسم جامد نہیں ۔بعض علماء نے جو اللہ کے ناموں میں ''الدھر'' شمار کیا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ حدیثِ قدسی ہے (کہ اللہ فرماتا ہے):

''**یؤ ذینی ابن آدم یسبّ الدھر وأنا الدھر بیدي الأمر أقلب اللیل والنھار** ''ابن آدم مجھے ایذا (تکلیف) دیتا ہے (یعنی غضب دلاتا ہے) وہ الدھر (زمانے) کو گالیاں دیتا ہے اور میں الدھر (بدلانے والا) ہوں۔ اختیار میرے ہاتھ میں ہے، دن اور رات کو میں ہی پھیرتا ہوں (صحیح بخاری:۴۸۲۶ وصحیح مسلم:۲۲۴۶)

یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ اللہ کے ناموں میں ''الدھر'' بھی ہے کیونکہ الدھر زمانے کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی دن ورات کو پھیرتا (پے درپے لاتا) ہے، پس جس نے مُقلّب (جسے پھیرا جاتا ہے) یعنی زمانے کو گالی دی تو اس کی گالی مُقلِّب (جو پھیرنے والا ہے) یعنی اللہ کی طرف لوٹ جاتی ہے۔اس کو اللہ نے اپنے قول ''اختیار میرے ہاتھ میں ہے، دن اور رات کو میں پھیرتا ہوں'' سے بیان کیا ہے۔رہیں صفات تو ہر صفت سے نام نہیں نکالا جاتا کیونکہ بعض صفاتِ باری تعالیٰ ذاتی ہیں: الوجہ (چہرہ) ید (ہاتھ) اور قدم ۔ان سے ناموں کا استخراج نہیں ہوتا۔اور اللہ کی بعض صفات فعلیہ ہیں: الاستھزاء، کید اور مکر۔ان سے بھی نام نہیں نکالے جاتے اور نہ تو اللہ کو ماکر، مستھزئی اور کائد کہنا جائز ہے۔[1]

میں کہتا ہوں کہ بات سے بات نکلتی ہے۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے ثابتہ مشتق ہیں جو معانی پر دلالت کرتے ہیں، ان میں کوئی اسم جامد نہیں ہے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں طٰہٰ اور یٰس کا کوئی ثبوت ہے۔[2]

ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''قرآن اور سورتوں کے ناموں کے ساتھ نام رکھنا ممنوع ہے، جیسے طٰه، یٰسٓ اور حٰمٓ، سُہَیلی (ایک مشہور عالم) نے ذکر کیا ہے کہ (امام) مالک نے یاسین نام رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔[3]

عوام جو سمجھتے ہیں کہ یاسین اور طٰہٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہیں، تو یہ صحیح نہیں ہے۔اس بارے میں کوئی حدیث نہیں، نہ صحیح نہ حسن اور نہ مرسل (یعنی منقطع) اور نہ یہ کسی صحابی کا قول ہے۔ یہ حروف (مقطعات) الم حم اور الر وغیرہ کی طرح ہیں۔'' (تحفۃ المودود ص ۱۲۷)

---

(1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ بُری صفات مثلاً ''امکانِ کذبِ باری تعالیٰ'' کا انتساب صریحاً کُفر ہے۔اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے اور وہ تمام بُری صفات سے پاک ہے۔جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ بُری صفات منسوب کرتا ہے وہ کافر ہے۔**تعالی اللہ عما یقولون علواً کبیرًا**

(2) بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی مشابہت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ننانوے نام بنا رکھے ہیں۔اس کا کوئی ثبوت کتاب وسنت میں نہیں ہے۔(3) اس کی سند امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ تک معلوم نہیں ہے۔ واللہ اعلم

ہوسکتا ہے عوام کی غلطی کی وجہ یہ ہو کہ سورت طٰہٰ اور سورت یٰس میں ان حروف مقطعات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ سورتِ اعراف اور سورتِ ابراہیم میں بھی حروفِ مقطعات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور یہ نہیں کہا جاتا کہ المص اور الر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہیں۔

۴: اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کسی (خاص) تعداد میں محصور نہیں ہیں بلکہ ان میں سے بعض نام ایسے ہیں جو اللہ عزوجل نے لوگوں کو بتائے ہیں اور بعض کو اپنے علم غیب میں رکھا ہے۔

اس بات کی دلیل وہ حدیث ہے جسے (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی کسی مصیبت اور غم میں مبتلا ہو، پھر یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ إِنِّی عَبْدُکَ ،ابنُ عَبْدُکَ ،ابنُ أَمَتِکَ ، نَاصِیَتِی بِیَدِکَ ،مَاضٍ فِيَّ حُکْمُکَ ،عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُکَ ،أَسْئَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ ھُوَلَکَ،سَمَّیْتَ بِهِ نَفْسَکَ ، أَوْعَلَّمْتَهُ أَحَداً مِّنْ خَلْقِکَ ،أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِی کِتَابِکَ ،أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِی عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ،أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلاءَ حُزْنِیْ وَذَھَابَ ھَمِّیْ'' اے اللہ بے شک میں تیرا بندہ ہوں تیرے بندے کا بیٹا ہوں تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا حکم مجھ پر جاری وساری ہے۔ میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل وانصاف والا ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں، جو نام تُو نے اپنے لیے رکھا ہے یا اپنے پاس علم الغیب میں ہی رکھ لیا ہے۔ تُو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور بنادے اور میری مصیبت وغم کو دُور کردے، تو اللہ اس کے غم ومصیبت کو دور کردیتا ہے اور اس کے بدلے اسے خوشی عطا فرماتا ہے۔ کہا گیا کہ: یارسول اللہ! کیا ہم اس (دعا) کو یاد کرلیں؟ تو آپ نے فرمایا: جو شخص اسے سُن لے تو چاہیے کہ وہ اسے یاد کرلے (مسند احمد ۱/۳۹۱ ح ۳۷۱۲)

اس روایت کو شعیب ارنووط اور ان کے دونوں ساتھیوں نے ضعیف کہا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے اسے حسن اور (شیخ) البانی نے السلسلۃ الصحیحۃ (۱۹۹، ۱۹۸) میں صحیح کہا ہے۔ ابن القیم نے اپنی کتاب شفاء العلیل کے ستائیسویں باب میں اس حدیث کو صحیح [1] قرار دے کر اس کی لمبی شرح کی ہے (ص ۳۶۹ تا ۳۷۴)

اصل یہ ہے کہ (اللہ کے) نام کسی خاص تعداد میں منحصر نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ کوئی دلیل اس پر دلالت کرے، اور مجھے اس کی کوئی دلیل معلوم نہیں ہے۔

رہی وہ حدیث جسے بخاری (۲۷۳۶، ۶۴۱۰، ۷۳۹۲) اور مسلم (۲۶۷۷) نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے ننانوے (یعنی) ایک کم سو نام ہیں، جس نے انہیں یاد کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگا''

(1) اس روایت کی سند حسن ہے۔ اس کا ایک راوی ابو سلمہ الجہنی ہے جسے بعض علماء نے مجہول قرار دیا ہے لیکن ابن حبان اور حاکم (بتصحیح حدیثه ۱/ ۵۰۹، ۵۱۰) نے اس کی توثیق کی ہے لہٰذا یہ راوی حسن الحدیث ہے۔ فضیل بن مرزوق بھی حسن الحدیث ہے۔ والحمد للہ

یہ حدیث اس تعداد (ننانوے) میں، اللہ کے ناموں کو منحصر کرنے کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ تو اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے ناموں میں سے ننانوے نام ایسے ہیں، جنہیں اگر کوئی یاد کرلے تو جنت میں داخل ہوگا۔ جیسے اگر کوئی کہے کہ میرے پاس سو کتابیں ہیں جنہیں میں نے طالب علموں کے لیے تیار کیا ہے تو یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ اس کے پاس سو سے زیادہ کتابیں نہیں ہیں۔

۵: اللہ تعالیٰ کے (ننانوے) ناموں کی تعداد بیان کرنے کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (دیکھئے ص ۴۱) بعض علماء نے اجتہاد کر کے کتاب وسنت سے (اللہ کے) ننانوے نام نکالے ہیں، ان علماء میں سے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۲۱۵/۱۱) اور التلخیص الحبیر (۱۷۲/۴) میں، اور شیخ محمد بن العثیمین نے اپنی کتاب ''القواعد المثلیٰ'' (ص ۱۵، ۱۶) میں یہ تعداد جمع کی ہے۔ یہ تینوں کتابیں اکثر ناموں (کے ذکر) میں ایک دوسرے سے متفق ہیں اور بعض میں ایسے نام مذکور ہیں جو دوسری کتاب میں نہیں ہیں۔ اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ میں سے ننانوے نام، حروفِ تہجی پر مرتب کئے ہوئے، میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ ہر نام کے ساتھ کتاب وسنت سے دلیل مذکور ہے۔ ان ناموں میں تین مذکورہ کتابوں پر دو نام اضافہ کئے گئے ہیں۔ الستیر اور الدیّان

۱: **اللّٰہ**، اس کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر ہی ہوتا ہے۔ یہ بعض اوقات (جملوں میں) مبتدا بن کر آتا ہے اور اپنے ناموں کی خبر دیتا ہے۔ مثلاً ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اور اللہ غفور رحیم ہے (البقرۃ:۲۱۸) ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ اور اللہ عزیز (زبردست) حکیم ہے (البقرۃ:۲۲۸) اور اللہ کی طرف اس کے نام منسوب کیے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ اور اللہ کے لیے اسماءِ حُسنیٰ ہیں (الاعراف:۱۸۰)

اور اللہ کا ارشاد ہے کہ ﴿لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ اسی کے لیے اسماءِ حُسنیٰ ہیں (طٰہٰ:۸)

۲: **اَلْاٰخِرُ**، اس کی دلیل آیت ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ﴾ ہے، وہی اول اور وہی آخر ہے (الحدید:۳)

۳: **اَلْأَحَدُ**، اس کی دلیل یہ ہے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کہہ دو، وہ اللہ ایک ہے (الاخلاص:۱)

۴: **اَلْأَعْلٰى**، اس کی دلیل یہ ہے ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ اپنے اعلیٰ رب کی تسبیح بیان کر (الأعلیٰ:۱)

۵: **اَلْأَكْرَمُ**، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ پڑھ اور تیرا رب اکرم (سب سے زیادہ کرم کرنے والا) ہے (العلق:۳)

۶: **اَلْأِلٰهُ**، اس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ﴾ اور اللہ نے فرمایا: دو الٰہ نہ بناؤ، وہ تو صرف ایک الٰہ (معبود برحق) ہے، پس صرف مجھ ہی سے ڈرو (النحل:۵۱)

۷: **اَلْأَوَّلُ**، اس کی دلیل یہ آیت ہے کہ ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ﴾ وہی اول [1] اور وہی آخر ہے (الحدید:۳۰)

۸: **اَلْبَارِئُ**، اس کی دلیل یہ ہے ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخٰلِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ وہی اللہ خالق، باری (پیدا کرنے ولا، اور)

---

(1) الاول سے مراد اللہ ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۲۷۱۳)

بعض الناس ''الاول'' سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیتے ہیں لیکن اس کی کوئی دلیل کتاب وسنت واجماع وآثار سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔

مصور ہے (الحشر:۲۴)

۹: اَلْبَاطِنُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج﴾ وہی اول، آخر، ظاہر (غالب) اور باطن ہے (الحدید:۳)

۱۰: اَلْبَرُّ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ﴾ بے شک وہی بَر (بڑا محسن، اور) رحیم (انتہائی مہربان) ہے (الطّور:۲۸)

۱۱: اَلْبَصِيْرُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ اس (اللہ) کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) ہے (الشّوریٰ:۱۱)

۱۲: اَلتَّوَّابُ، اس کی دلیل یہ ہے کہ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ج اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تواب (توبہ قبول فرمانے ولا) رحیم ہے (الحجرات:۱۲)

۱۳: اَلْجَبَّارُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط﴾ اللہ وہی ذات ہے جس کے علاوہ دوسرا کوئی الٰہ (معبود برحق) نہیں، وہی الملک (بادشاہ)، القدوس، السلام، المؤمن، المھیمن (نگہبان ومحافظ)، الجبار (اور) المتکبر ہے (الحشر:۲۳)

۱۴: اَلْجَمِيْلُ، اس کی دلیل یہ حدیث ہے ''إنّ اللّٰہ جمیل یحب الجمال'' بے شک اللہ جمیل (خوبصورت) ہے، جمال (خوبصورتی) کو پسند کرتا ہے (صحیح مسلم:۱۴۷)

۱۵: اَلْحَافِظُ، اس کی دلیل یہ آیت ہے ﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ص وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ پس اللہ بہترین حافظ (نگہبان) ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (یوسف:۶۴)

۱۶: اَلْحَسِيْبُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾ اور اللہ ہی کو حسیب (حساب لینے والا) سمجھنا کافی ہے (النسآء:۶)

۱۷: اَلْحَفِيْظُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ بے شک میرا رب ہر چیز پر حفیظ (حفاظت ونگہبانی کرنے والا) ہے (ھود:۵۷)

۱۸: اَلْحَقُّ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ﴾ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور یہ (مشرکین) اُس (اللہ) کے سوا جس کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے (الحج: ۶۲)

۱۹: اَلْحَكَمُ، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آیا ہے کہ ''إن اللّٰہ ھوا الحکم وإلیہ الحکم'' بے شک اللہ ہی حَکَم (فیصلہ کرنے ولا) ہے اور اسی کی طرف فیصلہ لے جایا جاتا ہے (سنن ابی داود:۴۹۵۵ وإسنادہ حسن)

۲۰: اَلْحَكِيْمُ، اس کی دلیل یہ آیت ہے ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے، سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہی عزیز (زبردست اور) حکیم (حکمت والا) ہے (الحشر:۱)

۲۱: اَلْحَلِیْمُ ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ اور اللہ غفور حلیم (بردبار) ہے (البقرۃ: ۲۲۵)

۲۲: اَلْحَمِیْدُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ اور وہی (اللہ) ولی (مددگار) حمید (حمد والا) ہے (الشوریٰ: ۲۸)

۲۳: اَلْحَیُّ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط﴾ وہی الحی (زندہ جاوید) ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، پس خالص اسی کے دین کے ہو کر اُسے ہی پکارو (المؤمن: ۶۵)

۲۴: اَلْحَيِيُّ ، اس کی دلیل حدیث ہے کہ ''إن اللّٰه عزوجل حيي ستير ،يحب الحياء و الستر'' بے شک اللہ حیی (حیا کرنے ولا، اور) ستیر (پردہ ڈالنے والا) ہے۔ وہ حیا اور (دوسروں کے عیبوں پر) پردے ڈالنے کو پسند کرتا ہے (سنن ابی داود: ۴۰۱۲ وغیرہ و إسنادہ حسن)

۲۵: اَلْخَالِقُ، اس کی دلیل یہ آیت ہے کہ ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخٰلِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ دیکھئے فقرہ: ۸

۲۶: اَلْخَبِیْرُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ اس (رسول) نے کہا: مجھے علیم (و) خبیر (خبر رکھنے والا ہے) نے خبر دی ہے (التحریم: ۳)

۲۷: اَلْخَلّاقُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ بے شک تیرا رب ہی خلاق (بہترین پیدا کرنے والا) علیم ہے (الحجر: ۸۶)

۲۸: اَلدَّیَّانُ، اس کی دلیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ: ''اللہ بندوں یا انسانوں کو (دوبارہ زندہ کر کے) اکٹھا کرے گا، لوگ ننگے، بغیر ختنہ کئے اور بہم ہوں گے (راوی کہتے ہیں کہ) ہم نے پوچھا: بہم کسے کہتے ہیں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جن کے ساتھ کوئی چیز نہ ہو، پھر اللہ ایسی آواز سے اپنے بندوں کو پکارے گا جس آواز کو دور اور قریب والے ایک جیسا سنیں گے: میں الملک ہوں، میں الدیّان ہوں الخ (اسے حاکم نے المستدرک میں دو جگہ روایت کیا ہے ۲/۴۳۸، ۴/۵۷۴) حاکم اور ذہبی نے صحیح اور حافظ (ابن حجر) نے فتح الباری میں (۱/۱۷۴) اور البانی نے صحیح الادب المفرد (۷۴۶) میں حسن کہا ہے۔

۲۹: اَلرَّبُّ، اس کی دلیل یہ آیت ہے ﴿سَلٰمٌ قف قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ سلامتی ہو، یہ رب رحیم کا قول ہے (یٰسٓ: ۵۸)

۳۰: اَلرَّحْمٰنُ ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝﴾ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے، رحمٰن (بہت رحم کرنے والا) رحیم ہے (الفاتحہ: ۱، ۲)

۳۱: اَلرَّحِیْمُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ اور تمہارا الٰہ (معبود برحق) ایک الٰہ ہے، اس کے سوا دوسرا کوئی الٰہ نہیں، وہی رحمٰن (و) رحیم ہے (البقرۃ: ۱۶۳)

۳۲: اَلرَّزَّاقُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ بے شک اللہ ہی رزاق (رزق دینے والا) قوت والا متین (مضبوط و طاقتور) ہے (الذّاریات: ۵۸)

۳۳: اَلرَّفِيْقُ، اس کی دلیل حدیث ہے ''إنّ اللہ رفیق یحبّ الرفق'' بے شک اللہ رفیق (مہربان دوست) ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۹۲۷ و صحیح مسلم: ۲۵۹۳)

۳۴: اَلرَّقِيْبُ، اس کی دلیل یہ آیت ہے ﴿وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا﴾ اور اللہ ہر چیز پر رقیب (نگہبان ومحافظ) ہے (الاحزاب: ۵۲)

۳۵: اَلرَّءُوْفُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ بے شک تمہارا رب رؤف (انتہائی مہربان اور) رحیم ہے (النحل: ۷)

۳۶: اَلسُّبُّوْحُ، اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ''سبوح قدوس ربّ الملا ئکۃ والرّوح'' سبوح (ہر برائی اور عیب سے بالکل پاک اور برتر) قدوس ہے، ملائکہ اور روح کا رب ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۸۷)

۳۷: اَلسِّتِّيْرُ، اس کی دلیل اسم الحیي کے تحت گزر چکی ہے، فقرہ: ۲۴

۳۸: اَلسَّلَامُ، دلیل یہ ہے ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ﴾ دیکھئے فقرہ: ۱۳

۳۹: اَلسَّمِيْعُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ﴾ اور اللہ تمہاری گفتگو سن رہا تھا، بے شک اللہ سمیع (سب سننے والا) بصیر ہے (المجادلۃ: ۱)

۴۰: اَلسَّيِّدُ، اس کی دلیل میں ہے ''السیّد اللہ تبارک وتعالیٰ'' السید (سردار) اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ (سنن ابی داود: ۴۸۰۶ و إسنادہ صحیح)

۴۱: اَلشَّافِيْ، اس کی دلیل حدیث ہے ''اشف أنت الشافي لاشافي إلا أنت'' شفا دے تو (ہی) شافی (شفا دینے والا) ہے، تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں۔ (صحیح بخاری: ۵۷۴۲ و صحیح مسلم: ۲۱۹۱)

۴۲: اَلشَّاكِرُ، اس کی دلیل یہ آیت ہے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا﴾ اور اللہ شاکر (قدردان) علیم ہے (النساء: ۱۴۷)

۴۳: اَلشَّكُوْرُ، دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ بے شک ہمارا رب ضرور غفور شکور (بہت قدردان) ہے (فاطر: ۳۴)

۴۴: اَلشَّهِيْدُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ کیا آپ کے رب کے لیے یہ کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر شہید (گواہ) ہے (حم السجدۃ: ۵۳)

۴۵: اَلصَّمَدُ، دلیل یہ ہے ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ اللہ صمد (بے نیاز) ہے (الاخلاص: ۲)

۴۶: اَلطَّيِّبُ، اس کی دلیل حدیث ہے کہ ''إن اللہ طیّب ولا یقبل إلا طیبًا'' بے شک اللہ طیب (پاک) ہے اور وہ صرف طیب ہی قبول کرتا ہے (صحیح مسلم: ۱۰۱۵)

۴۷: اَلظَّاهِرُ، اس کی دلیل کے لیے دیکھئے فقرہ: ۹

۴۸: اَلْعَزِيْزُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ آسمانوں

اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کی تسبیح کرتا ہے اور وہ عزیز (زبردست) حکیم ہے (الحشر:۲۴)

۴۹:اَلْعَظِیْمُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ﴾ اور ان کی حفاظت اُسے نہیں تھکاتی اور وہ العلی العظیم ہے (البقرۃ:۲۵۵)

۵۰:اَلْعَفُوُّ، دلیل یہ ہے ﴿وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ اور بے شک یہ لوگ منکر اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور بے شک اللہ عفو (معاف کرنے والا) غفور ہے (المجادلۃ:۲)

۵۱:اَلْعَلِیْمُ، دلیل یہ ہے ﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ﴾ اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ علیم (سب سے زیادہ علم والا) حکیم ہے (التحریم:۲)

۵۲:اَلْعَلِیُّ، دلیل یہ ہے ﴿اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ﴾ بے شک وہ علی (بلند) حکیم ہے (الشوریٰ:۵۱)

۵۳:اَلْغَالِبُ، دلیل یہ ہے ﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ اور اللہ اپنے امر (حکم) پر غالب ہے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے (یوسف:۲۱)

۵۴:اَلْغَفَّارُ، اس کی دلیل یہ ہے ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا﴾ پس میں نے کہا: اپنے رب سے استغفار کرو (گناہوں کی معافی مانگو) بے شک وہ غفار (گناہ معاف فرمانے والا) ہے (نوح:۱۰)

۵۵:اَلْغَفُوْرُ، دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ بے شک اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، بے شک وہ غفور (گناہ معاف فرمانے والا) رحیم ہے (الزمر:۵۳)

۵۶:اَلْغَنِیُّ، دلیل یہ ہے ﴿وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ﴾ اور اللہ غنی ہے اور تم فقیر (محتاج) ہو۔ (محمد:۳۸)

۵۷:اَلْفَتَّاحُ، دلیل یہ ہے ﴿قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ﴾ کہہ دو، ہمارا رب ہمیں اکٹھا کرے گا، پھر حق کے ساتھ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور وہی فتاح (رحمت ورزق کے دروازے کھولنے والا، فیصلہ کرنے والا) ہے (سبا:۲۶)

۵۸:اَلْقَادِرُ، دلیل یہ ہے ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ کہہ دو، وہ (اللہ) قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر (آسمان) سے یا تمہارے نیچے (زمین) سے عذاب بھیج دے (الانعام:۶۵)

۵۹:اَلْقَاهِرُ، دلیل یہ ہے ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ﴾ اور وہی اپنے بندوں پر قاہر (غالب) ہے اور وہی حکیم خبیر ہے (الانعام:۱۸)

۶۰:اَلْقُدُّوْسُ، دلیل یہ ہے ﴿یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ﴾ اللہ ہی کی تسبیح بیان کرتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (وہی) مَلِک (بادشاہ) قدوس (عیوب ونقائص سے پاک و منزہ) حکیم ہے (الجمعۃ:۱)

۶۱:اَلْقَدِیْرُ، اس کی دلیل یہ ہے کہ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ برکتوں

والی ہے وہ ذات جس کے کے ہاتھ میں ملک (بادشاہی) ہے اور وہ ہر چیز پر قدیر ہے (الملک:١)

٦٢: **اَلْقَرِیْبُ**، دلیل یہ ہے ﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط﴾ اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھتے ہیں تو (بتا دیں) بے شک میں قریب ہوں (البقرۃ:١٨٦)

٦٣: **اَلْقَھَّارُ**، دلیل یہ ہے ﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ﴾ اور وہ (سب) ایک اللہ قہار (سب پر قاہر و غالب) کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے (ابراہیم:٤٨)

٦٤: **اَلْقَوِیُّ**، دلیل یہ ہے ﴿یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ج وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ﴾ وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہی القوی (سب سے زیادہ قوت والا) عزیز ہے (الشوریٰ:١٩)

٦٥: **اَلْقَیُّوْمُ**، دلیل یہ ہے ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ج﴾ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہی الحی (زندہ جاوید) القیوم (بذات خود قائم و دائم اور ہر چیز پر محافظ و نگران) ہے (البقرۃ:٢٥٥)

٦٦: **اَلْکَبِیْرُ**، دلیل یہ ہے ﴿ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ ھُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ھُوَ الْبَاطِلُ لا وَاَنَّ اللّٰهَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ﴾ یہ اس لئے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور یہ (مشرکین) اُس (اللہ) کے سوا جس کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بے شک اللہ ہی العلی الکبیر (سب سے بڑا) ہے (الحج:٦٢)

٦٧: **اَلْکَرِیْمُ**، دلیل یہ ہے ﴿یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ﴾ اے انسان! تجھے اپنے کریم (کرموں والے) رب کے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا ہے؟ (الانفطار:٦)

٦٨: **اَلْکَفِیْلُ**، دلیل یہ آیت ہے ﴿وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا ط﴾ اور مضبوط قسمیں کھانے کے بعد انہیں نہ توڑو اور (حال یہ ہے کہ) تم نے اللہ کو اپنے اوپر کفیل (کفالت کرنے والا، ضامن) بنا (یعنی تسلیم) کر رکھا ہے۔ (النحل:٩١)

دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا قصہ بیان ہوا ہے جس نے اپنے قرض دہندہ کو کہا تھا ''کفی باللّٰه وکیلاً'' اللہ کا وکیل ہونا کافی ہے (صحیح البخاری:٢٢٩١)

٦٩: **اَللَّطِیْفُ**، دلیل یہ ہے ﴿اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ﴾ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے؟ اور وہی لطیف (تمام اسرار سے واقف، باریک بین) خبیر ہے (الملک:١٤)

٧٠: **اَلْمُبِیْنُ**، دلیل یہ ہے ﴿یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْھِمُ اللّٰهُ دِیْنَھُمُ الْحَقَّ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ﴾ اس دن اللہ انہیں اُن کے دینِ حق کا پورا بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی حق مبین (واضح کرنے والا) ہے (النور:٢٥)

٧١: **اَلْمُتَعَالُ**، دلیل یہ ہے ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ﴾ غیب و ظاہر کا جاننے والا، کبیر اور متعال (بہت بلند) ہے (الرعد:٩)

٧٢: **اَلْمُتَکَبِّرُ**، دلیل یہ ہے ﴿ھُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ج اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ

الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ﴾ (دیکھئے فقرہ:۱۳)

۷۳: اَلْمَتِيْنُ، دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَالرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ (دیکھئے فقرہ:۳۲)

۷۴: اَلْمُجِيْبُ، دلیل یہ ہے ﴿اِنَّ رَبِّىْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾ بے شک میرا رب قریب مجیب ہے (ھود:۶۱)

۷۵: اَلْمَجِيْدُ، دلیل یہ ہے ﴿رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۚ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ اے اہلِ بیت تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں، بے شک وہ (اللہ) حمید مجید (بزرگی والا) ہے (ھود:۷۳)

۷۶: اَلْمُحْسِنُ، اس کی دلیل حدیث ہے کہ ''إن اللّٰه محسن یحبّ المحسنین'' بے شک اللہ محسن (احسان کرنے والا) ہے وہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (الدیات لابن أبي عاصم ص ۵۶ والکامل لابن عدی ۲۱۴۵/۶ واخبار أصبھان لأبي نعیم ۱۱۳/۲، اس کی سند حسن ہے جیسا کہ شیخ البانی نے سلسلة الصحیحة: ۴۷۰ میں ذکر کیا ہے، نیز دیکھئے صحیح الجامع الصغیر: ۱۸۱۹، ۱۸۲۰) [ومصنف عبدالرزاق ۴۹۱/۴ ح ۸۶۰۳ وسندہ حسن، عبدالرزاق صرح بالسماع عندالطبرانی فی الکبیر ۱۲۱/۷، وروی البیھقی ۲۸۰/۹ بلفظ: ''إن اللّٰه محسان'' وسندہ صحیح / مترجم]

۷۷: اَلْمُحِيْطُ، دلیل یہ ہے ﴿اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطٌ﴾ خبردار، بے شک وہ (اللہ) ہر چیز کو محیط (گھیرے ہوئے) ہے (حم السجدة:۵۴)

۷۸: اَلْمُصَوِّرُ، دلیل یہ ہے ﴿هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ دیکھئے فقرہ:۸

۷۹: اَلْمُعْطِيُّ، دلیل یہ حدیث ہے ''واللّٰه المُعطي وأنا القاسم'' اللہ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں (صحیح بخاری:۳۱۱۶)

۸۰: اَلْمُقْتَدِرُ، دلیل یہ آیت ہے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾ اور اللہ ہر چیز پر مقتدر (قدرت رکھنے والا) ہے۔ (الکھف:۴۵)

۸۱: اَلْمُقَدِّمُ، دلیل یہ حدیث ہے ''أنت المقدّم وأنت المؤخّر'' تو ہی مقدم (آگے لانے والا) اور تو ہی مؤخر (پیچھے ہٹانے والا) ہے (صحیح بخاری:۱۱۲۰ و صحیح مسلم:۷۷۱)

۸۲: اَلْمُقِيْتُ، دلیل یہ آیت ہے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقِيْتًا﴾ اور اللہ ہر چیز پر مُقیت (ہر جاندار کو رزق اور خوراک عطا کرنے والا) ہے۔ (النسآء:۸۵)

۸۳: اَلْمَلِكُ، دلیل یہ آیت ہے ﴿هُوَاللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ﴾ (دیکھئے فقرہ:۱۳)

۸۴: اَلْمَلِيْكُ، دلیل یہ ہے کہ ﴿فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ وہ ملیک (بادشاہ) مقتدر کے پاس سچی بیٹھک میں (بیٹھے) ہوں گے (القمر:۵۵)

۸۵: اَلْمَنَّانُ، دلیل حدیث ہے کہ ''اللّٰھم إنّی أسئلک بأن لک الحمد لا إله إلا أنت المنان'' اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تیرے لیے ہی (ہر قسم) کی حمد ہے، تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، تُو المنان (احسان کرنے والا) ہے۔ (سنن ابی داود:۱۴۹۵ و اسنادہ حسن)

۸۶: اَلْمُهَيْمِنُ، دلیل کے لیے دیکھئے فقرہ:۱۳

۸۷: اَلْمُؤَخِّرُ ، دلیل کے لیے دیکھئے فقرہ:۱۸

۸۸: اَلْمَوْلٰى ، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ بہترین مولیٰ (کارساز) اور بہترین مددگار (اللہ) ہے۔ (الانفال:۴۰)

۸۹: اَلْمُؤْمِنُ، دیکھئے فقرہ:۱۳

۹۰: اَلنَّصِيْرُ، دلیل یہ آیت ہے ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا﴾ اللہ کا ولی ہونا کافی ہے اور اللہ کا نصیر (مددگار) ہونا کافی ہے (النسآء:۴۵)

۹۱: اَلْهَادِيُ، دلیل یہ ہے ﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا﴾ اور تیرے رب کا ہادی (ہدایت دینے والا) اور نصیر ہونا کافی ہے۔ (الفرقان:۳۱)

۹۲: اَلْوَاحِدُ ، دلیل یہ ہے ﴿قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ کہہ دو، اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی الواحد (اکیلا) قہار ہے (الرعد:۱۶)

۹۳: اَلْوَارِثُ، دلیل یہ ہے ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ﴾ اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔ (الحجر:۲۳)

۹۴: اَلْوَاسِعُ ، دلیل یہ ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں، پس تم جس طرف منہ پھیرو اسی طرح اللہ کا وجہ (چہرہ) ہے، بے شک اللہ واسع (وسعتوں والا) علیم ہے (البقرۃ:۱۱۵)

۹۵: اَلْوِتْرُ، اس کی دلیل حدیث ہے کہ ''إنّ اللّٰه وتر يحب الوتر'' بے شک اللہ وتر (ایک) ہے، وتر کو پسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری:۶۴۱۰ و صحیح مسلم:۲۶۷۷)

۹۶: اَلْوَدُوْدُ، دلیل یہ ہے ﴿اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ﴾ بے شک وہی (اللہ) ابتدا کرتا ہے اور لوٹاتا ہے اور وہی غفور ودود (محبت کرنے والا) ہے (البروج:۱۳/۱۴)

۹۷: اَلْوَكِيْلُ، دلیل یہ ہے ﴿فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ پس ان کا ایمان زیادہ ہو گیا اور انہوں نے کہا: ہمارے لئے ہمارا رب کافی ہے اور وہ بہترین الوکیل (رزق و معاش کا کفیل) ہے (آل عمران:۱۷۳)

۹۸: اَلْوَلِيُّ ، دلیل یہ ہے ﴿فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ پس اللہ ہی الولی (مددگار، دوست) ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ (الشوریٰ:۹)

۹۹: اَلْوَهَّابُ، دلیل یہ آیت ہے کہ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ اے ہمارے رب، ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کرنا، اور اپنی طرف سے ہمیں رحمت عطا فرما، بے شک تو الوہاب (عطا فرمانے والا) ہے (آل عمران:۸)

حدیث میں بیان شدہ اللہ کے اسماء حُسنیٰ (ننانوے ناموں) کی موافقت کرتے ہوئے ابن القیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین (۱۴۹/۳، ۱۷۱) میں سدِ ذرائع کے قاعدے کی تائید کے لئے ننانوے وجوہ (دلیلیں) بیان کی ہیں اور اسی پر اقتصار کیا ہے۔

(سدِّ ذرائع کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف تمام راستوں کو بند کردینا تاکہ بُرائی کا سدّ باب ہو جائے / مترجم)

اور میں نے اپنی کتاب ''دراسة حدیث: نضر الله امرأً سمع مقالتی، روایة و درایة'' میں اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے ننانوے فائدے بیان کئے ہیں (ص ۲۰۱ تا ۲۱۰) یہ حدیث نضر الله الخ اپنے الفاظ کثیرہ کے ساتھ مختصر و مطول مروی ہے۔ (۱)

۹: اللہ کے بعض نام ایسے ہیں جو دوسروں پر بھی استعمال کئے جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ تمہارے پاس تمہاری اپنی جانوں میں سے رسول آگیا، جسے تم مشکل سمجھتے ہو وہ اس پر گراں (گزرتا) ہے، تمہاری بہتری چاہنے والا، مومنین پر رؤف رحیم ہے (التوبة: ۱۲۸) اور فرمایا: ﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ بے شک ہم نے انسان کو (مرد و عورت کے) ملے جلے نطفے سے پیدا کیا (تاکہ) اسے آزمائیں، پھر ہم نے اسے سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) بنایا (الدھر: ۲)

جن معانی پر یہ نام دلالت کرتے ہیں ان میں خالق مخلوق کے مشابہ نہیں اور نہ مخلوق خالق کے مشابہ ہے۔ بعض ایسے نام ہیں جو صرف اللہ کے بارے میں کہے جاسکتے ہیں کسی دوسرے کے بارے میں یہ نام کہنا جائز نہیں مثلاً اللہ، رحمٰن، خالق، باری، رازق اور الصمد (وغیرہ)

ابن کثیر سورہ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ناموں کا استعمال مخلوق کے بارے میں جائز ہے اور بعض کا استعمال مخلوق کے بارے میں جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ کا نام رحمٰن، خالق اور رازق وغیرہ کا استعمال مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے''

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۹)

☆ ۱۰: ابن ابی زید القیروانی فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفات اور ناموں کے ساتھ ہمیشہ سے ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی صفتیں مخلوق ہوں یا اس کے نام محدث (نئے، غیر قدیم) ہوں''

اللہ ہی اپنی صفات کے ساتھ ازلی وابدی موصوف اور اپنے ناموں کے ساتھ موسوم ہے۔ اللہ نے اپنا ایسا کوئی نام نہیں رکھا جس کے ساتھ وہ پہلے موسوم نہیں تھا۔

اللہ کی صفات دو طرح کی ہیں۔

(۱) سنن الترمذی (۲۶۵۸) وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح''، ومسند الحمیدی (بتحقیقی: ۸۹) وھو حدیث صحیح / یہ حدیث متواتر ہے دیکھئے نظم المتناثر من الحدیث المتواتر (ح ۳)

اول: ذاتی صفات جوذات کے ساتھ ازل وابد سے قائم ودائم ہیں، مشیئت وارادے سے متعلقہ نہیں ہیں مثلاً الوجہ (چہرہ) الید (ہاتھ) الحیاۃ (زندگی) السمع (سننا) البصر (دیکھنا) العلو (بلند ہونا)

دوم: صفات فعلیہ جو مشیئت اور ارادے سے متعلقہ ہیں جیسے الخلق (پیدا کرنا) الرزق (رزق دینا) الاستواء (مستوی و بلند ہونا) النزول (نازل ہونا) اورالمجیٔ (آنا)

ان صفات کی نوعیت قدیم ہے اوران کا نفاذ جدید ہے۔ اللہ ازل سے الخلق اور الرزق کی دونوں صفتوں سے موصوف ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ پہلے موصوف نہیں تھا اور بعد میں موصوف بن گیا۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بعد عرش پر استواء ہوا۔ آسمانوں اورزمین کی تخلیق کے بعد نزول (کی صفت کا آغاز) ہوا۔ المجیٔ (آنے) کی صفت، ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق ہے کہ ﴿وَجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا﴾ اور تیرارب اور فرشتے صف درصف آئیں گے (الفجر:۲۲) اس صفت کا اظہار قیامت کے دن بندوں کے درمیان فیصلے کے وقت ہوگا اس کی صفت ''وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے'' نوعیت کے لحاظ سے قدیم ہے۔ اور یہ مختلف افعال ان اوقات میں ہوئے ہیں جب اللہ نے انہیں کرنا چاہا ہے۔ اپنی ذات وصفات کے لحاظ سے اللہ ہی خالق ہے اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے۔ اللہ کی صفتوں میں سے کوئی صفت مخلوق نہیں ہے اس کے نام محدث (جدید) نہیں ہیں اور نہ ان کے رکھنے کی کوئی ابتدا ہے۔

[قطف الجنی الدانی شرح مقدمۃ ابن أبی زید القیروانی ص۹۳] انتہی

بعض فوائد

☆ اہل سنت کے اس عقیدے (اللہ عرش پر مستوی ہوا) کے سراسر برعکس، اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کہتے ہیں کہ: ''اور صفات قدیم ہیں تو جس وقت عرش نہ تھا استواء اُس وقت بھی تھا اور جس وقت سماء نہ تھا نزول الی السماء اُس وقت بھی تھا....'' (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۱۰۲ ملفوظ:۱۹۲)

تھانوی صاحب کے اس قول کا آسان الفاظ میں یہ مطلب ہے کہ جب عرش نہیں تھا تو اُس وقت بھی اللہ عرش پر مستوی تھا۔ اور جب آسمانِ دنیا نہیں تھا تو اُس وقت بھی ہر رات کو اللہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا تھا۔ یہ قول سراسر بدعت ہے کتاب وسنت واجماع اور آثار سلف صالحین اسے اس قول کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس قسم کے باطل اقوال کی مدد سے منکرین صفاتِ باری تعالیٰ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی نہیں ہے اور نہ وہ آسمانِ دنیا پر ہر رات نازل ہوتا ہے۔ استواء علی العرش سے ان لوگوں کے نزدیک مراد استولیٰ (غلبہ) اور نزول سے مراد رحمت کا نزول ہے۔

سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون علواً کبیراً

☆ حافظ ابن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں کہ: ''**واتفقوا علی تحریم کل اسم معبد لغیر اللہ عزوجل کعبد العزی وعبد ھبل وعبد عمرو وعبد الکعبۃ وما أشبہ ذالک حاشا عبد المطلب**'' اوراس پر اتفاق (اجماع) ہے کہ اللہ کے سوا، غیر اللہ سے عبد کے ساتھ منسوب ہر نام حرام ہے مثلاً عبدالعزی، عبد ہبل، عبد عمرو، عبدالکعبہ اور جو ان سے مشابہ ہے سوائے عبدالمطلب کے۔

(مراتب الاجماع ص ۱۵۴ باب / الصید والضحایاو الذبائح والعقیقة)

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

''ولا یجوزنحو عبد الحارث ولا عبد النبي ولا عبرة بما شاع فیما بین الناس''

اور عبدالحارث اور عبدالنبی جیسے نام ناجائز ہیں۔ اور لوگوں میں جو مشہور ہو گیا ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۵۱۳ تحت ح ۴۷۷۵ باب الأسامی، الفصل الأول)

معلوم ہوا کہ عبدالنبی، عبدالرسول اور عبدالمصطفیٰ وغیرہ نام رکھنے جائز نہیں ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں الٰہ اور رب کا فارسی و اردو وغیرہ زبانوں میں ترجمہ: خدا ہے۔ ابوالفضل محمود آلوسی البغدادی (متوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

''وخلاصة الکلام فی هذا المقام أن علماء الإسلام اتفقوا علی جواز اطلاق الأسماء و الصفات علی الباری تعالیٰ إذا ورد بها الإذن من الشارع وعلی امتناعه إذا ورد المنع عنه، واختلفوا حیث لا إذن ولا منع فی جواز اطلاقها ماکان سبحانه وتعالیٰ متصفاً بمعناه ولم یکن من الأسماء الأعلام الموضوعة فی سائر اللغات إذ لیس جوازا طلاق علیه تعالیٰ محل نزاع لأحد، ولم یکن اطلاقه موهماً نقصاً بل کان مشعراً بالمدح فمنعه جمهور أهل الحق مطلقاً للخطر وجوزه المعتزلة مطلقاً، ومال إلیه القاضی أبوبکر لشیوع اطلاق خدا نحو وتکری من غیر نکیر فکان اجماعاً ورد بأن الإجماع کاف فی الإذن الشرعی إذا ثبت''

اس مقام پر خلاصہ کلام یہ ہے کہ علماءِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ باری تعالیٰ کے بارے میں ان اسماء وصفات کا اطلاق (مطلق استعمال) جائز ہے بشرطیکہ ان کے بارے میں شارع سے (شریعت میں) اجازت وارد ہے اور یہ نام ممنوع ہیں اگر ان کی ممانعت وارد (یعنی ثابت) ہے۔ جن ناموں کے بارے میں نہ اجازت ہے اور نہ منع، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں ان کے جواز اطلاق میں اختلاف ہے اور اللہ ان ناموں کے مفہوم کے ساتھ موصوف ہے۔ تمام زبانوں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو نام لیے جاتے ہیں، ان کے جواز اطلاق میں کسی کا بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (اگر اللہ کے بارے میں ایسا نام لیا جائے جو ان زبانوں میں نہیں ہے) اور اس نام کے اطلاق سے اللہ کی مدح ہوئی ہے۔ نقص (خامی) کا وہم نہیں ہوتا تو جمہور اہل حق نے خطرے کے پیش نظر اسے مطلقاً منع کر دیا ہے جبکہ معتزلہ اسے مطلقاً جائز سمجھتے ہیں۔

قاضی ابوبکر بھی اسی طرف مائل ہیں (کیونکہ الٰہ ورب کے بارے میں) خدا اور (ترکی زبان میں) تکری کا لفظ بغیر انکار کے مطلقاً شائع (ومشہور) ہے پس یہ اجماع ہے (کہ خدا کا لفظ جائز ہے) اور رد کیا گیا (یا وارد ہوا کہ) بے شک اگر اجماع ثابت ہو جائے تو شرعی اجازت کے لئے کافی ہے'' (روح المعانی ج ۵ جزء ۹ ص ۱۲۱ تحت آیۃ: ۱۸۰ من سورۃ الاعراف)

اس طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے لئے خدا کا لفظ بالا جماع جائز ہے۔اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ شاہ ولی اللہ الدہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے قرآن مجید کے فارسی ترجمے میں جابجا، بڑی کثرت سے خدا کا لفظ لکھا ہے مثلاً دیکھئے ص ۵ (مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ)

سعدی شیرازی (متوفی ۶۹۱ھ) نے بھی خدا اور خداوند کا لفظ کثرت سے استعمال کیا ہے مثلاً دیکھئے بوستان (ص ۱۰)

مشہور اہل حدیث عالم فاخر الہ آبادی (متوفی ۱۱۶۴ھ) نے فارسی زبان میں ایک بہترین رسالہ لکھا ہے جس کا نام ''رسالہ نجاتیہ'' ہے۔اس رسالے میں انہوں نے ''خدا'' کا لفظ لکھا ہے مثلاً دیکھئے (ص ۴۲) اسی طرح اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔ یہ کتابیں علماء وعوام میں مشہور ومعروف رہی ہیں۔ کسی ایک مسلمان نے بھی یہ نہیں کہا کہ ''خدا'' کا لفظ ناجائز یا حرام یا شرک ہے۔ چودہویں پندرہویں صدی میں بعض لوگوں کا لفظ خدا کی مخالفت کرنا اجماع کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

☆ سنن الترمذی (۳۵۰۷) وغیرہ میں ایک حدیث مروی ہے جس میں اللہ کے ننانوے نام مذکور ہیں اس حدیث میں درج ذیل (۳۱) نام موجود ہیں جو کہ شیخ عبدالمحسن العباد کی ترتیب میں مذکور نہیں ہیں۔ القابض ،الباسط ، الخافض ، الرافع ،المعز ،المذل ،العدل ،الجلیل ،الباعث ،المحصی ،المبدئ ،المعید ،المحیي ، الممیت ، الواجد ،الماجد ،الوالي،المنتقم ،مالک الملک ،ذوالجلال والاکرام، المقسط ، الجامع ، المغني، المانع ،الضار ،النافع، النور ،البدیع ،الباقی ،الرشید ،الصبور.

اس روایت کی سند ولید بن مسلم کی تدلیس التسویہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ وما علینا إلا البلاغ

(۲۷ جولائی ۲۰۰۵ء بیاڑ تحصیل کلکوٹ، کوہستان، دیر بالا)

شذرات الذهب

تنویر حسین شاہ ہزاروی

امام عبدالعزیز بن رفیع رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ: امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''لا أدري'' مجھے اس کے متعلق علم نہیں ہے۔ عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ امام عطاء سے کہا گیا کہ: ''ألا تقول فیها برأیک؟'' آپ نے اپنی رائے سے جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو اس کے جواب میں امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا: '' إني استحي من الله أن یدان فی الأرض برأیي'' میں اللہ سے اس بات میں حیا کرتا ہوں کہ زمین میں میری رائے کو دین بنایا جائے۔ [سنن دارمی ۱/۴۷ ح ۱۰۸ و إسنادہ صحیح واخرج عنہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق ۲۶/۴۳، ۲۷، و إسنادہ صحیح]

امام عطاء رحمہ اللہ کے اس عمدہ قول سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث، اقوال صحابہ اور اجماع امت کے خلاف عقائد واحکام، عبادات ومعاملات میں اپنی رائے سے فتویٰ دینا گویا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کے مقابلے میں ایک نیا دین کھڑا کرنا ہے۔ اس عمدہ قول سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو اپنے اندھے مقلدین کو قیل وقال لیت ولعل اور خلاف قرآن وحدیث اور حیا سوز مسائل سے بھرپور کتابوں کے نفاذ پر ابھارتے ہیں۔

تصنیف: عمرو بن عبدالمنعم ترجمہ: حافظ زبیر علی زئی

وضواور اس کے اذکار

وضواور اس کے اذکار کی بدعات اور سنت سے ان کا رد

وضو کے سلسلے میں عوام الناس کی بدعات، سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ کا رحم ہوا ہے، اور وہ ان بدعات سے بچے ہوتے ہیں،

زبان کے ساتھ وضو کی نیت

(بدعتی) کہتا ہے: ''میں فلاں نماز کے لئے وضو کی نیت کرتا ہوں....'' یہ ایسی منکر بدعت ہے جس پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں اور نہ یہ عقل مند لوگوں کا کام ہے، بلکہ اس فعل کا مرتکب صرف وسوسہ پرست، بیمار ذہن اور پاگل شخص ہی ہوتا ہے۔

میں اللہ کی قسم دیتے ہوئے آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ جب کھانے کا ارادہ کرتے ہیں تو کیا زبان سے نیت کرتے ہیں کہ: میں فلاں فلاں قسم کے، صبح کے کھانے کی نیت کرتا ہوں۔!! یا جب آپ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا میں داخل ہوتے ہیں تو کیا یہ کہتے ہیں کہ: میں چھوٹے یا بڑے پیشاب کرنے کی نیت کرتا ہوں؟! یا جب آپ اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرتے ہیں تو کیا یہ کہتے ہیں کہ: میں اپنی بیوی فلاں بنت فلاں سے، نکاح کے بعد، جائز شرعی جماع کی نیت کرتا ہوں؟! ایسا کرنے والا شخص صرف پاگل ومجنون ہی ہوسکتا ہے۔

تمام عقل مند انسانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نیت کا مقام دل ہے (زبان نہیں) کسی چیز کے بارے میں آپ کے ارادہ کو نیت کہتے ہیں جس کے لئے آپ کو زبان کے ساتھ نیت کے تکلف کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ایسے الفاظ کہنے کی ضرورت ہے جو آپ کے ہونے والے عمل کو واضح کریں۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''**إنما الأعمال بالنيات و إنما لكل امرئ مانوى....**'' اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو (مثلاً ثواب وعذاب) اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب ماجاء أن الأعمال بالنية والحسبة ح ۵۴، وصحیح مسلم، کتاب الإمارة باب قوله ﷺ إنما الأعمال بالنية ح ۱۹۰۷)

یعنی اعمال وہی معتبر ہیں جن کی دل میں نیت اور عمل کے ساتھ تصدیق کی جائے۔

حدیث بالا کے باقی الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ زبان کے ساتھ (رٹے رٹائے) الفاظ کہنے کو نیت نہیں کہتے۔

''**فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته إلى ماهاجر إليه**'' پس جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی تو

اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے (ہی) ہوگی۔ اور جس نے دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ''ہجرت'' کی تو اس کی ''ہجرت'' اسی مقصد کے لئے ہوگی (نہ کہ اللہ و رسول کے لئے) نکاح یا حصولِ دنیا مثلاً خرید و فروخت، تجارت کے لئے اپنا گھر بار چھوڑے تو اس پر زبان سے نیت کرنا لازم ہے۔ (بلکہ) ایسے شخص کی نیت اس کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتی ہے۔ اگر وہ شخص ان چیزوں میں زبان سے نیت کرنا شروع کر دے تو عقلمند لوگ اسے پاگل اور مخبوط الحواس قرار دیں گے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ عبادات میں اصل حرمت ہے (یعنی کوئی عبادت بغیر شرعی دلیل کے جائز نہیں بلکہ حرام ہے) اللہ آپ کو اور مجھے اتباعِ سنت پر قائم رکھے۔ بغیر کسی صحیح شرعی دلیل کے عبادات میں یہ حرمت، جواز نہیں بنتی۔ زبان سے نیت کرنے والا شخص اگر اسے عبادت نہیں سمجھتا تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اسے عبادت سے منسلک کر دے۔ اور اگر وہ یہ (رٹے رٹائے) الفاظ بطورِ عبادت کہتا ہے تو اس پر یہ لازم ہے کہ اس فعل کے جواز پر شرعی دلیل پیش کرے حالانکہ اس کے پاس اس فعل پر سرے سے کوئی دلیل ہے ہی نہیں!

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''نبی ﷺ، وضو کے شروع میں: میں نیت کرتا ہوں رفعِ حدث کی یا نماز پڑھنے کی، وغیرہ الفاظ قطعاً نہیں کہتے تھے۔ اور نہ آپ کے صحابہ کرام سے یہ بات ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں ایک حرف بھی مروی نہیں۔ نہ صحیح سند سے اور نہ ضعیف سند سے'' (زاد المعاد ۱/۱۹۶)

اس بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے علماء کے اقوال تفصیل سے ذکر کئے ہیں: ''علم کے ساتھ نیت انتہائی آسان ہے۔ یہ وسوسوں، (نوساختہ) بندشوں اور (نام نہاد) زنجیروں کی محتاج نہیں۔ اسی لئے بعض علماء کہتے ہیں کہ: آدمی کو وسوسہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ فاتر العقل یا شریعت کے بارے میں جاہل ہوتا ہے۔

لوگوں نے اس بات کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا زبان سے نیت کرنا مستحب ہے؟

(امام) ابوحنیفہ، شافعی اور احمد کے ساتھیوں میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا مستحب ہے کیونکہ اس طرح بات زیادہ نکھر جاتی ہے۔

(امام) مالک اور احمد کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ کا یہ کہنا ہے کہ: ایسا کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ نیت کے لئے زبان کے ساتھ تلفظ کرنا بدعت ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ، آپ کے صحابہ کرام اور تابعین سے، نماز، وضو یا روزوں میں یہ تلفظ (قطعاً) ثابت نہیں ہے۔ علماء یہ کہتے ہیں کہ کسی فعل کے بارے میں علم کے ساتھ ہی نیت حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا زبان کے ساتھ رٹے رٹائے الفاظ پڑھنا، ہوس پرستی، فضول اور ہذیان ہے۔

نیت انسان کے دل میں ہوتی ہے۔ (زبان کے ساتھ نیت کرنے والا) یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نیت کا تعلق دل سے نہیں لہٰذا وہ اپنی زبان سے نیت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور (یہ ظاہر ہے کہ) حاصل شدہ چیز کے حصول کی ہوس تحصیل حاصل کے زمرہ میں آتی ہے۔ اس غلط عقیدہ مذکورہ کی وجہ سے بہت سے لوگ ان وسوسوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(مجموع الفتاوی ۱۸/۲۶۳، ۲۶۴)

امام ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ اپنی کتاب جامع العلوم والحکم (ص ۴۰) میں فرماتے ہیں: ''ان مسائل میں کوئی خاص حوالہ، ہم نہ سابقہ صالحین سے پاتے ہیں اور نہ کسی امام سے''۔

ان سطور کے تحریر کرنے کے بعد مجھے گمراہ بدعتیوں کے ایک (سردار اور) سقافِ اُردن کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ خبیث شخص اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی اُس حدیث سے نیت کے تلفظ پر استدلال کرتا ہے جس میں آیا ہے کہ: جب نبی ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کھانے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: کوئی کھانا موجود نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: تو میں روزہ رکھتا ہوں۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز صوم النافلۃ بنیۃ من النھار قبل الزوال ح ۱۱۵۴)

سقاف نے آپ ﷺ کے (ایام حج میں) اس قول سے بھی استدلال کیا ہے جس میں آپ کہہ رہے تھے: ''لبیک بعمرۃ و حج'' اے اللہ میں حج اور عمرہ کے ساتھ لبیک کہہ رہا ہوں۔ (صحیح مسلم کتاب الحج باب اھلال النبی ﷺ وھدیہ ح ۱۲۵۱)

حالانکہ یہ استدلال مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے نیت کے تلفظ پر استدلال غلط ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے اپنے حال (اور کیفیت) کی خبر دی ہے نہ کہ نیت کی۔ اگر آپ لفظی نیت کرتے تو اس طرح کہتے کہ ''میں روزے کی نیت کرتا ہوں'' یا اس کے مشابہ کوئی بات فرماتے۔ تلبیہ کے وقت آپ کا ''لبیک بعمرۃ و حج'' (صحیح مسلم کتاب الحج باب اھلال النبی ﷺ وھدیہ ح ۱۲۵۱) کہنا بھی لفظی نیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ ورنہ آپ یوں کہتے کہ ''میں عمرہ اور حج کا ارادہ کرتا ہوں'' یا ''میں حج اور عمرہ کی نیت کرتا ہوں'' ان الفاظ کا تعلق اس سنت نبوی سے ہے جو تلبیہ (لبیک کہنے) سے ہے (نہ کہ لفظی نیت سے) حج اور عمرہ میں لفظی نیت کے بری (اور مذموم) بدعت ہونے پر دلیل حافظ ابن رجب کا وہ قول بھی ہے جو انہوں نے ''جامع العلوم'' (ص ۲۰) میں لکھا ہے:

''ابن عمر سے یہ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو احرام کے وقت یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں'' تو انہوں نے (ناراض ہو کر) اس سے کہا: کیا تو لوگوں کو (اپنی نیت و ارادہ کے بارے میں) بتانا چاہتا ہے (کہ تو نیکی کا بڑا کام کر رہا ہے)؟ کیا اللہ تعالیٰ تیرے دل کے بھیدوں سے واقف نہیں ہے''؟ [اس قول کی سند معلوم نہیں ہے۔!!]

یہ (قول) اس بات کی دلیل ہے کہ زبان کے ساتھ نیت کرنا مطلقاً مستحب نہیں ہے۔ بلکہ یہ اصلاً جائز بھی نہیں ہے۔ واللہ الموفق

وضو کرنے کے دوران میں بدعات

(ان) میں سے یہ بھی ہے کہ بعض لوگ ہر عضو دھونے پر لمبی لمبی دعائیں پڑھتے ہیں۔

لوگوں کو اس عمل سے ڈرانے، اس کو انتہائی کمزور اور من گھڑت ثابت کرنے کے لئے میں اس (روایت) کے الفاظ (بھی) ذکر کر رہا ہوں۔

من گھڑت سند کے ساتھ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:
میں رسول اللہ ﷺ کے پاس داخل ہوا۔ آپ کے سامنے پانی کا برتن تھا۔ آپ نے فرمایا:
''یا أنس ! ادن مني أعلمک مقادیر الوضوء'' اے انس، میرے قریب ہو جاؤ میں تمھیں وضو کی مقداریں (درجے یعنی دعائیں) سکھاؤں، میں آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔
آپ نے جب ہاتھ دھوئے تو فرمایا: ''**بسم الله والحمدلله، لاحول ولاقوة الابالله**''
جب استنجا کیا تو فرمایا: ''**اللهم حصّن لی فرجی ، ویسّرلی أمری**''
جب کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا تو کہا: ''**اللهم لقنی حجتي ولا تحرمنی رائحة الجنة**''
جب اپنا چہرہ دھویا تو فرمایا: ''**اللهم بیض وجهي یوم تبیض الوجوه**''
جب کہنیوں تک ہاتھ دھو لئے تو کہا: ''**اللهم اعطني کتابي بیمیني**''
جب سر کا مسح کیا تو فرمایا: ''**اللهم تغشنا بر حمتک و جنبناعذابک**''
جب اپنے دونوں پاؤں دھوئے تو کہا: ''**اللهم ثبت قدمي یوم تزول فیه الاقدام**''
پھر نبی ﷺ نے فرمایا:
''اے انس! اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ جو آدمی بھی وضو کے دوران یہ دعائیں پڑھتا ہے تو اس کی (ہاتھ پاؤں کی) انگلیوں سے جتنے قطرے گرتے ہیں ان کے بدلے اللہ تعالیٰ اتنے فرشتے پیدا کر دیتا ہے۔ ہر فرشتہ ستر زبانوں کے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان کرتا رہتا ہے۔ اسے اس (بے شمار) تسبیح کا ثواب قیامت کے دن ملے گا''
میں کہتا ہوں یہ حدیث جھوٹی اور من گھڑت ہے جسے رسول اللہ ﷺ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ فن حدیث کے ماہر علماء نے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔
حافظ ابن حجر نے امام ابن الصلاح سے نقل کیا کہ ''اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے'' (**التلخیص الحبیر ۱/۱۰۱**)
امام نووی نے کہا: ''اس کی کوئی اصل نہیں ہے'' (المجموع شرح المهذب ۱/۴۸۹)
انہوں نے اپنی دوسری کتاب ''الاذکار'' (ص ۵۷) میں فرمایا:
''اعضائے وضو پر دعا کے بارے میں نبی ﷺ سے کوئی (ثابت و باسند) حدیث نہیں آئی ہے۔''
شیخ الاسلام ابن القیم نے ''المنار المنیف'' (ص ۱۲۰) میں کہا:
''اعضائے وضو پر ذکر (اور دعاؤں) والی تمام احادیث باطل ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہے۔''
اور مزید کہا:
''وضو کے دوران اذکار (اور دعاؤں) والی ہر حدیث جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ ان میں سے کوئی بات بھی اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں فرمائی۔ اور نہ اپنی امت کو اس کی تعلیم دی ہے۔'' (زادالمعاد ۱/۱۹۵)

میں یہ کہتا ہوں کہ وضو کے بارے میں سنت یہ ہے کہ شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھی جائے۔ (صحیح ،سنن النسائی، الطھارۃ باب التسمیۃ عند الوضوء ح ۷۸، جس حدیث میں آیا ہے کہ بسم اللہ کے بغیر وضو نہیں ہوتا وہ بھی بلحاظ سند حسن لذاتہ ہے دیکھئے تسھیل الحاجۃ فی تخریج سنن ابن ماجہ: ح ۳۹۷/مترجم)

اور اس کے اختتام پر نبی ﷺ سے ثابت شدہ ذکر:

''أشھد أن لا إلہ إلا اللہ وحدہ لاشریک لہ، واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ'' پڑھیں۔ (صحیح مسلم، الطھارۃ باب الذکر المستحب عقب الوضوء ح ۲۳۴)

وضو کی بدعات میں سے بعض لوگوں کا قول ''زمزم'' بھی ہے۔

بعض لوگ لفظ ''زمزم'' شروع وضو یا آخر میں پڑھتے ہیں۔ یہ عوام کی ان بدعات میں سے ہے جس کے بارے میں نہ صحیح حدیث مروی ہے اور نہ ضعیف، نہ کسی صحابی کے فعل سے اس کی تائید ہوتی ہے اور نہ کسی تابعی کے قول سے۔ اور نہ کسی قابل ذکر عالم یا مستند امام نے اس کے بارے میں اشارہ کیا ہے۔ (باقی آئندہ، ان شاء اللہ)

شذرات الذهب

تنویر حسین شاہ ہزاروی

امام الحکم بن عتیبہ رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

'' لَیسَ أَحَدٌ مِنْ خَلقِ اللّٰہِ إِلَّا یُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِہٖ وَیُترَکُ إِلَّا النَّبیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ ''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی وروحی) کے علاوہ اللہ کی مخلوق میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کی بات لی اور چھوڑی نہ جا سکتی ہو۔ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی (ایسی بابرکت اور پاکیزہ) شخصیت ہیں جن کی ہر بات لی جائے گی۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۹۱، دوسرا نسخہ ۲/۱۱۲، تیسرا نسخہ ۲/۱۸۱ و إسنادہ حسن لذاتہ)

امام الائمہ الحافظ الکبیر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری (المتوفی ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

''لَیسَ لِأَحَدٍ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَوْلٌ إِذَا صَحَّ الْخَبَرُ عَنْہُ''

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث آجائے گی اس کے مقابلے میں کسی بھی شخص کی کوئی بات قابل التفات واتباع نہیں ہوگی۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم النیسابوری ص ۸۴، دوسرا نسخہ ص ۲۸۶ ح: ۱۹۰ و إسنادہ صحیح)

☆ امام شافعی رحمہ اللہ نے نبی ﷺ کی ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے پوچھا: کیا آپ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں؟

امام شافعی رحمہ اللہ نے (تعجب کرتے ہوئے) فرمایا:

سبحان اللہ! میں رسول اللہ ﷺ سے ایک (صحیح) حدیث بیان کروں اور اس پر عمل نہ کروں؟ اگر کسی وقت مجھے رسول اللہ ﷺ کی (صحیح) حدیث معلوم ہو جائے اور میں اس پر عمل نہ کروں تو سب گواہ رہو کہ (اس وقت) میری عقل ختم ہو چکی ہوگی (آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۵۰ وسندہ صحیح)

یعنی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح (وغیر معارض) حدیث پر عمل نہ کرنے والا شخص پاگل ہے۔

محبت ہی محبت حافظ شیر محمد

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے محبت

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا﴾ اللہ راضی ہو گیا مومنین سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو ہے اُسے اللہ خوب جانتا ہے، پس اُس نے اُن پر سکون نازل فرمایا اور فتح قریب عطا فرمائی (الفتح: ۱۸) اس آیت کریمہ میں مومنین سے مراد وہ چودہ پندرہ سو (۱۴۰۰/۱۵۰۰) صحابہ کرام ہیں جنھوں نے حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے، نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعتِ رضوان فرمائی تھی۔

ان صحابہ کرام میں سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا سعید بن زید اور سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح تھے۔ رضي الله عنهم أجمعين

بیعتِ رضوان کے موقع پر کفارِ مکہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے بارے میں فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ اور پھر اسے اپنے بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا: یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے [صحیح البخاری: ۳۶۹۹ والحدیث: ۱۶ ص ۴۷] معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی بیعتِ رضوان میں شامل ہیں۔

بیعتِ رضوان کرنے والوں سے مخاطب ہو کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''أنتم خير أهل الأرض'' زمین میں تم سب سے بہتر لوگ ہو۔ [صحیح البخاری: ۴۱۵۴ وصحیح مسلم: ۱۸۵۶/۷۱ وترقیم دارالسلام: ۴۸۱۱]

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' لايدخل النار أحد ممن بايع تحت الشجرة '' بیعتِ رضوان کرنے والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا۔ [سنن الترمذی: ۳۸۶۰ وقال: ''هذا حديث حسن صحيح'' وسندہ صحیح و أصلہ فی صحیح مسلم: ۲۴۹۵]

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ التیمی، ابو محمد المکی رضی اللہ عنہ کو بیعتِ رضوان کے علاوہ اور بہت سی خاص فضیلتیں حاصل ہیں۔

نبی ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے انہیں جنت کی خوش خبری دی ہے۔ [سنن الترمذی: ۳۷۴۷ وسندہ صحیح، الحدیث: ۱۹ ص ۵۶]

آپ سے اڑتیس (۳۸) کے قریب احادیث مروی ہیں جن میں دو صحیح بخاری میں اور تین صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

آپ سابقین اولین میں سے ہیں پھر مہاجرین کی مقدس جماعت میں شمولیت کا شرف حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ اُحد کے دن فرمایا: '' أوجب طلحة '' طلحہ کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

[مسند ابی یعلیٰ ۲/۳۳ ح ۶۷۰ وسندہ حسن، والترمذی: ۱۶۹۲، ۳۷۳۹ وقال: ''هذا حديث حسن غريب'' الخ وصححہ الحاکم ۳/۳۷۴ ووافقہ الذہبی]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ﴾ پہلے مومنوں میں سے ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا، اُن میں سے بعض کی زندگی کے دن پورے ہوگئے اور بعض (آنے والے وقت کے) منتظر ہیں۔ (سورۃ الاحزاب:۲۳)

نبی ﷺ نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو ''زندگی کے دن پورے ہوگئے'' میں ذکر فرمایا ہے۔

[سنن الترمذی:۳۲۰۳ وسندہ حسن وقال الترمذی: ''هذا حديث حسن غريب'' الخ]

غزوہ اُحد کے دن نبی ﷺ کا دفاع کرتے کرتے طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ شل ہوگیا تھا۔ [صحیح البخاری:۴۰۶۳]

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ جنگِ جمل کے موقع پر تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں چھتیس (۳۶) ہجری کو شہید ہوئے۔

[تقریب التہذیب:۳۰۲۷]

آپ کو مروان بن الحکم الاموی نے گھٹنے پر تیر مارا تھا (جس سے) آپ شہید ہوگئے [طبقات ابن سعد ۲۲۳/۳ وسندہ صحیح]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''إني لأ رجو أن أكون أنا و طلحة و الزبير ممن قال الله ﴿وَنَزَعْنَا مَافِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ﴾ مجھے یہ پوری اُمید ہے کہ میں، طلحہ اور زبیر (بن العوام) ان لوگوں میں ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان کے دلوں میں جو رنجش ہوگی ہم اسے نکال دیں گے [وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائیوں کی طرح (بیٹھے) ہوں گے] (سورۃ الحجر:۴۷) اسے امام ابن ابی شیبہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

[المصنف ۲۸۱/۱۵، ۲۸۲ ح ۳۷۸۱۰ نیز دیکھئے طبقات ابن سعد ۲۲۵/۳ وسندہ حسن]

جنگِ جمل کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' والله ما أرى بعد هذا خيراً '' اللہ کی قسم، میرے خیال میں اب اس کے بعد کوئی خیر نہیں ہے [مصنف ابن ابی شیبہ ۲۷۸/۱۵ ح ۳۷۸۱۰ وسندہ صحیح]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لعن الله قتلة عثمان فى السهل والجبل والبر والبحر'' عثمان (رضی اللہ عنہ) کو قتل (شہید) کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو، میدان میں، پہاڑ میں، خشکی میں اور سمندر میں۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ۲۶۸/۱۵ ح ۳۷۷۸۲ وسندہ صحیح، سالم بن ابی الجعد بریٔ من التدلیس: الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ۲/۴۸]

بعض روافض اصحابِ جمل کی تکفیر کرتے ہیں، اُن کی تردید میں ابو جعفر الباقر محمد بن علی بن الحسین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: ''لم يكفر أهل الجمل'' اَصحابِ جمل (جنھوں نے باہمی جنگ لڑی) نے کفر نہیں کیا۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵۸/۱۵ ح ۳۷۷۵۷ وسندہ صحیح] ایک روایت کا خلاصہ ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو شہید کہا۔ [دیکھئے صحیح مسلم: ۲۴۱۷/۵۰ واَضواء المصابیح:۶۱۰۸]

آخر میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک سنہری قول پیشِ خدمت ہے، فرماتے ہیں:

''أقل العيب على المرء أن يجلس فى داره'' آدمی اگر اپنے عیوب کم کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے [مسند مسدد کما فی المطالب العالیۃ:۲۸۱۴ وقال ابن حجر: ''صحیح موقوف'' وکتاب الزہد لابن المبارک، روایۃ نعیم بن حماد الصدوق:۱۲، والزہد لوکیع:۲۵۴ والزہد لابی داود:۱۱۷، ۱۱۸ والزہد لابن ابی عاصم:۸۱ والعزلۃ للخطابی:۲۲ وسندہ صحیح]

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے۔ والحمد للہ